گرین سیریز-----------از-------------ابنِ طالب

خونی جال
ابنِ طالب
www.qaricafe.com
9
گرین سیریز

گرین سیریز

ناول#09

یکم جنوری2020

ناول کے تمام کردار، مقامات، واقعات فرضی ہیں اور مصنف کی اپنی تخلیق ہیں۔ جن میں کسی بھی قسم کی کلی یا جزوی مطابقت محض اتفاقیہ امر ہو گا جس کا مصنف ذمہ دار نہیں۔

ناول یا اس کے کسی بھی حصے کو کاپی کرنا، نقل کرنا یا چوری کرنا قانوناً اور اخلاقی جرم ہے۔ جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ ہیں۔

ہماری بات

السلام علیکم قارئین!

یہ دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے کہ گرین فیملی کے ممبر بڑھ رہے ہیں اور گرین سیریز کے چاہنے والے مثبت انداز میں میرا ساتھ دے رہے ہیں، یہ واقعی خوشی اور خوش قسمتی کی بات ہے وگرنہ جہاں پہلے ہی نامور مصنفین اور ان کی عرق ریزی کتابی صورت میں موجود ہو وہاں نیا سلسلہ اتنی جلدی جگہ بنالے، میرے لئے اعزاز کی بات ہے۔۔ سب احباب کا بہت شکریہ۔

موجودہ ناول، پیراسائیٹس نامی ناول سے شروع ہونے والے سلسلے کا تیسرا ناول ہے جس میں حوصلہ کرتے ہوئے ایسے مسائل کو بھی شامل کیا گیا ہے جن پہ کھل کر لکھنا میرے بس میں نہیں اور نہ ہی ذہن مانتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسا حساس موضوع بھی زیر بحث ہے جس پہ بات کرتے ہوئے ہزار بار سوچنا پڑتا ہے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو، میں نے تحریر میں بہت خیال رکھا اور احتیاط برتی ہے کہ ایسا کوئی پہلو سامنے نہ آئے اور برابری کی سطح پہ رہتے ہوئے مناسب انداز میں ان معاملات کو لے کر چلتا رہا ہوں، اگر اس کے باوجود کہیں کوئی کمی کوتاہی رہ

گئی ہو تو معذرت خواہ ہوں۔۔ اسے کھلے دل سے پڑھیے گا امید ہے ناول پسند آئے گا۔

خاموش قارئین سے التماس ہے کہ اپنی رائے ضرور دیں، کسی بھی ذریعے سے، فیس بک پیج، فیس بک گروپ اور پرسنل میسج۔۔ اتنے ذرائع ہیں، اپنی آسانی کے لئے کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔

والسلام

ابنِ طالب

میٹنگ ہال آہستہ آہستہ لوگوں کی بھیں بھیں سے آلودہ ہوتا جا رہا تھا، ہر منٹ بعد کوئی نہ کوئی آجاتا، یوں کرسیوں کی قطاروں پہ سر ہی سر نظر آنے لگے۔ تمام افراد مہنگے سوٹوں میں ملبوس تھے جس سے ظاہر تھا کہ امیر طبقہ ہی وہاں آرہا ہے۔ وہ مختلف قومیتوں سے تھے U، شکل میں سجی میز جس پہ ٹشو، منرل واٹر کی بوتلیں، شفاف اور چمکتے گلاس بہت ہی نفاست سے رکھے گئے تھے وہ سب پھولوں کے گلدستوں سے سرگوشیاں کر رہے تھے کہ آج اتنی اہم میٹنگ اچانک کیسے بُلالی گئی اور پھولوں نے غرور سے ایک ہی جواب دیا۔۔۔ "ہونہہ۔۔۔" اور سب نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں کہ پھول کو غرور تو جچتا ہے مگر یہ موقع۔۔۔

ساری کرسیوں پہ جب لوگ بیٹھ گئے تو سب کی نظریں بار بار مرکزی کرسی کی جانب اٹھ جاتیں، جسے خالی دیکھ کر وہ لوگ دوبارہ سرگوشیاں شروع کر دیتے اور اچانک ہی جیسے سب کی روح قبض ہو گئی ہو، ہال میں سناٹا چھا گیا اور بغلی دروازے میں نمودار ہونے والا لمبا تڑنگا شخص پروقار چال کے ساتھ مرکزی کرسی کی جانب بڑھنے لگا، تمام افراد نے کرسیوں سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور اسی کے اشارے پہ سب لوگ بیٹھتے چلے گئے۔

وہ ادھیڑ عمر شخص تھا جس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں، پتلے مگر سیدھے بال جو گردن تک آتے تھے۔ چہرے پہ چھوٹی چھوٹی داڑھی جو ٹھوڑی سے تھوڑا آگے تک تلوار جیسی شکل اختیار کر رہی تھی اس کے چہرے کو مزید سرد بنانے میں اہم کردار ادا کر رہی تھی۔ اس کے چہرے کی چمڑی یوں خشک نظر آ رہی تھی جیسے مردہ ہو چکی ہو اور ننگی تلوار جیسی نظروں سے سب کو دیکھ رہا تھا جیسے شیر ہرنوں کے جھنڈ میں سے شکار منتخب کر رہا ہو۔

"کیا بے ہودگی پھیل رہی ہے آہستہ آہستہ؟۔۔"

اس نے دھیمی مگر کان کے پردوں کو پریشان کر دینے والی آواز میں کہا،

جس سے ایک بار سب کے جسم کانپ گئے۔ ان میں سے کسی بھی بولنے کی ہمت نظر نہ آ رہی تھی۔

"بولنے کی اجازت دی جاتی ہے۔۔۔" اس نے لہجہ نرم کرنے کی ناکام کوشش کی۔

"شکریہ سردار۔۔۔ اپنے ملک میں ہماری کاروائی خفیہ نہیں رہی۔" اس کے دائیں ہاتھ، پہلی کرسی پہ موجود تقریباً اسی جیسے خدوخال والے شخص نے جواب دیا۔

"کیا صرف کاروائی خفیہ نہیں رہی یا ہم بھی؟۔۔" سردار نے پوچھا۔

"کاروائی خفیہ نہیں رہی، ابھی تک یہی رپورٹ ہے۔"

"تفصیل بتاؤ۔۔۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"مسٹر ڈونگو یہ معاملہ دیکھ رہے تھے۔۔۔" جواب دینے والے اس نے ایک طرف باریک مونچھوں والے موٹے آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ شخص، ڈونگو، گھبرائے ہوئے انداز میں کھڑا ہوا۔

"سس۔۔۔ سردار۔۔۔ س۔۔"

مارے گھبراہٹ کے اس کے منہ سے کچھ اور نکل ہی نہ رہا تھا۔

"تمہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔۔"

سردار نے کہا، مگر اس کا لہجہ تسلی دینے کی بجائے ڈرانے والا ہی تھا۔

"شش۔۔ شکریہ سردار۔۔۔ اسلحہ سازی کی فیکٹریوں کے لئے ہم نے وہاں کے لینڈ مافیا سربراہان منتخب کیے تھے جن میں قابلِ ذکر سلطان اور نشتر تھے۔ ان دونوں کی نگرانی اور حفاظت کے لئے روپ سنگھ کو تعینات کیا گیا تھا۔ ہمارے علم میں آنے سے پہلے ہی یکلخت نہ صرف روپ سنگھ غائب ہو گیا بلکہ سلطان، نشتر اور ان کی پشت پناہی کرنے والا راحت بھی گرفتار ہو گیا۔

تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ نشتر اور جازی کے خلاف وہاں کا ایک مقامی اور بہت ہی خطرناک غنڈہ مسٹر بی کام کر رہا تھا، وہ کیوں ان کے خلاف کام کر رہا تھا یہ پو بات ظاہر ہونے سے پہلے ہی وہ نشتر اور اس کے نائب جازی کو لے اڑا اور آج تک ان کے بارے میں علم نہیں ہو سکا۔ اسی وقت میں سلطان کو کسی خفیہ ادارے کے افراد نے گرفتار کر لیا، راحت

کے ساتھ بھی یہی واقعہ ہوا اور وہاں سے ایک نیا نام سامنے آیا ہے،

لارڈ۔۔۔ یہ باتیں ہمیں راحت کی گرفتاری کے وقت وہاں موجود ایک شخصیت سے پتہ چلی ہیں۔

یہ کون ہے، کہاں رہتا ہے، اس کی حیثیت کیا ہے اور کیسی شخصیت ہے کوئی نہیں بتا سکا۔ راحت کو جس طرح سے لے جایا گیا اس سے ظاہر ہے کہ بہت ہی طاقتور شخصیت ہے، مگر ہے گمنام۔ اس کی طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وزیرِ دفاع پہ اس کا نام سنتے ہی گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی۔

ان سب معاملات کے دوران سلطان اور نشتر کی زیرِ نگرانی چلنے والی اسلحہ ساز فیکٹریاں حکومت کے سامنے آ گئیں، ان دونوں نے جہاں جہاں قبضہ کیا تھا وہ زمین بھی مالکان کو فوری واپس کر دی گئی اور ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

جازی، جو کہ سلطان کا اسسٹنٹ تھا، وہ در حقیقت ہمارا ایک بہت ہی اہم مہرہ تھا، اس کے پاس ہمارے متعلق کچھ دستاویزات بھی تھیں جو ایک خاص کوڈ میں ہیں جنہیں کوئی ہمارے علاوہ کوئی نہیں پڑھ سکتا۔

جازی، جو کہ ایک پیشہ ور پنساری تھا، اس سے ایک عجیب و غریب

شخص بطوط خان ٹکرایا، جس دن بطوط خان پنساری کی حویلی پہنچا، پنساری دارالحکومت کے لئے روانہ ہوا اور اس کے بعد، ایک گارڈ کے بقول بطوط خان، پنساری کے کمرہ خاص میں پایا گیا مگر وہ سکیورٹی کے ہاتھ نہ لگا۔ سکیورٹی اور ملازمین کے مطابق وہ سادہ لوح اور عام شخص تھا، ایک عام شخص کا اتنی خاموشی سے غائب ہو جانا ہمیں ہضم نہ ہوا تو ہم نے پنساری کے کمرہ خاص کی تلاشی لی۔

"جو الو کا پٹھا ہے وہی ہم سے ٹکرا رہا ہے، یہ ہو کیا رہا ہے؟۔۔۔" سردار دھاڑا تو سناٹا چھا گیا۔

"سس۔۔۔ سردار۔۔۔ اچانک ہی معاملات ایسے ہو گئے ورنہ ہم تو کافی عرصے سے چپ چاپ کامیابی سے اپنا کام کر رہے تھے۔" دائیں ہاتھ پہ موجود شخص بھی بوکھلا گیا۔

"مجھے خود یہ سب دیکھنا پڑے گا اب۔۔۔ آگے بتاؤ۔۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"جی سردار۔۔۔ ہمارے متعلق جو کاغذات پنساری کے پاس تھے ان میں سے چند فائلیں غائب تھیں، ہمارا شک وہاں کے عملے کے علاوہ بطوط خان پہ گیا۔ عملے سے پوری جانچ پڑتال کے بعد شک کا مرکز صرف بطو

ط خان ہی رہ گیا جو وہاں سے غائب ہو گیا تھا، اسے تلاش کرنے کی بہت کوشش کی گئی مگر وہ کہیں ہاتھ نہ لگا۔

پھر ہمارے لئے پریشانی بڑھنے لگی، فیکٹریاں سامنے آنا، ہمارے اہم مہرے پکڑے جانا، ہمارے متعلق کاغذات کا غائب ہونا اور روپ سنگھ کا لاپتہ ہونا، سب کچھ ہمارے خلاف تھا اور سب سے بڑھ کر، ہمارا مشن سامنے آسکتا تھا یہ پریشانی کی بات نجانے کیسے فادر کے کانوں میں پڑ گئی۔۔۔"

فادر کا نام سنتے ہی سردار چونک کر سیدھا ہوا اور اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک ابھری۔۔ڈونگو یہ دیکھتے ہی رک گیا تھا۔

"فادر کہاں ہے اب؟۔۔۔" اس نے پھنکارتے ہوئے کہا تو سب نے جھرجھری لی۔

"وہ وہیں گئے ہوئے ہیں کافی دنوں سے۔۔"ڈونگو نے سہم کر کہا۔

"وہاں جانے کی اسے کس نے اجازت دی؟۔۔۔"وہ غرایا۔

"سس۔۔سردار۔۔گگ۔۔گرینڈ فادر نے۔۔۔"ڈونگو نے بوکھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"کیا کر رہا ہے فادر وہاں اب تک؟۔۔ کام ختم کیوں نہیں ہوا پھر؟۔۔" وہ قدرے نارمل ہوتا نظر آیا۔

"فادر نے جو تفتیش کی اس کے مطابق بطوط خان جیسا ایک شخص دارالحکومت پہنچا تھا اور وہیں سے غائب ہو گیا، پوری کوشش کے باوجود بطوط خان نہ مل سکا۔ دوسری طرف فادر نے مسٹر بی کو ختم کرنے کے منصوبے پہ کام شروع کیا، اسی دوران روپ سنگھ دشمن کی قید سے فرار ہو گیا اور جلد ہی وہ فادر سے ٹکرایا، فادر نے اسے واپس بھجوا دیا اور خود مسٹر بی کے خلاف کمربستہ ہو گئے۔۔"

"بدلہ لینے کی بیماری۔۔۔" سردار خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑایا۔

"فادر نے شروعات میں دشمن کو ناکوں چنے چبوائے اور جو سامنے آیا اسے توڑنے اور مارنے میں لگے رہے کہ مسٹر بی کھل کر سامنے آئے۔ فادر نے یہ شک بھی ظاہر کیا تھا کہ مسٹر بی کی شخصیت بڑی عجیب سی ہے، وہ غنڈہ بھی ہے مگر ایسا لگتا ہے جیسے سرکاری گینگسٹر ہو اس وجہ سے انہوں نے مسٹر بی کو ایک ہی بار مارنے کی بجائے دوڑانا شروع کیا تا کہ اس کی اصلیت سامنے آئے کیونکہ اب تک ہمارا جو بھی نقصان ہوا ہے اس میں مسٹر بی کا بھی اہم کردار رہا تھا۔

فادر نے شروعات کامیابی تو سمیٹیں مگر اچانک مسٹر بی پلٹ کر وار کرنے پہ اڑ گیا، وہ بڑی آسانی سے فادر کو ٹریپ کرنے اور ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گیا، اس نے اپنی ایک ماتحت کو فادر کے خفیہ آٹومیٹک کمرے کے پاس جان بوجھ کر بھیجا، فادر کے آدمی اسے اٹھا کر فادر کے پاس لے آئے، اس کی لڑکی کی نگرانی پہ مسٹر بی کا پورا گروپ تھا اور وہ لوگ بھی فادر کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گئے۔۔۔ مگر یہ سب مسٹر بی کا پلان تھا کیونکہ وہ خود بھی فادر کے ایک آدمی کے روپ میں وہیں موجود تھا، اس نے بڑی چالاکی سے اپنی پوری ٹیم فادر کے اڈے میں اس طرح گھسا دی تھی کہ فادر اپنی جگہ مطمئن رہے کہ یہ ان کا پلان ہے۔" ڈونگو سانس لینے کے لئے رکا۔

ہال میں موجود لوگ کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا، یا ان کے منہ میں سانپ تھا کہ زبان ہلی نہیں اور سانپ نے ڈسا نہیں۔۔۔۔ مسٹر بی۔۔ جس نے فادر کو چکمہ دے دیا تھا ان کے اذہان میں گھومنے لگا تھا کیونکہ وہ سب فادر نامی عفریت کو جانتے تھے، ایسے شخص کو چکمہ دینے والا یقیناً کوئی خاص مخلوق تھی، اسی وجہ سے وہ پوری دلچسپی سے یہ قصہ سن رہے تھے۔

"اور سارا کھیل ہی مسٹر بی کے ہاتھ میں آگیا، مجبوراً فادر کو وہاں سے نکلنا پڑا۔۔"

ڈونگو نے مناسب الفاظ کا چناؤ کرتے ہوئے کہا تو سب کے چہروں پہ حیرت کے ڈونگرے برسنے لگے۔۔۔فادر اور بھاگ گیا۔ سب چونک کر سیدھے ہو گئے تھے، ادھر سردار کی بھی وہی حالت تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟۔۔۔" وہ دھاڑا تو ڈونگو لڑکھڑا کر زمین پہ جا گرا۔

"تب سے فادر روپوش ہے اور کسی سے کوئی رابطہ نہیں، وہ ہیں خیریت سے مگر کسی سے بات نہیں کرنا چاہتے۔۔۔" سردار کے قریب موجود شخص نے کہا۔

"مجھے حیرت ہے کہ اتنے چھوٹے اور پسماندہ ملک میں ہماری درگت بن گئی، یہ سب سننے کے بعد یہی کہہ سکتا ہوں کہ ایک بطوط خان اور دوسرا مسٹر بی نامی غنڈہ ہی ہمیں نچاتے رہے، اگر ان کی کوئی سرکاری سروس سامنے آجائے تو کیا کریں گے ہم۔۔۔ اور فادر۔۔۔ اسے کیچڑ میں ہاتھ ڈالنا ہی نہیں چاہیے تھا۔۔۔ اس کی بدلہ لینے کی عادت اگر کسی طرح ختم ہو جائے تو کوئی مائی کا لال اس کے سامنے ٹِک نہ سکے۔۔۔ گرینڈ فادر کو کیا ضرورت تھی گھٹیا لوگوں میں اپنا سب سے اچھا آدمی بھیجنے کی، اب وہ

زخم کھائے شیر کی طرح پلٹنے کا انتظام کر رہا ہو گا اور وہ بھی بدلہ لینے کے لئے۔۔ "

سردار غرایا تو سب کے سر یوں جھک گئے جیسے پیپر میں نقل کرتے پکڑے گئے ہوں۔

"سارا مشن ہی خطرے میں ڈال دیا، فادر اگر کھل کر سامنے آ گیا تو وہاں کی سڑکیں سرخ ہو جائیں گی جو ہمارا مشن نہیں۔۔ ہمیں گھر لَوٹنا ہے۔۔ یہ سب لوگ یاد رکھنا، فادر کو میں دیکھ لیتا ہوں، تم گرینڈ فادر کو کہہ دو کہ آئندہ مجھ سے پوچھے بغیر فادر اور اس کے سیکشن کو کہیں بھی نہیں بھیجنا، یہ لاسٹ وارننگ ہے۔۔ "

وہ میز پہ جھکتے ہوئے سخت لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔

"جی سردار۔۔۔ "اس نے احتراماً کہا۔

"جو تفصیل تم لوگوں نے بتائی ہے، یہ محض کسی غنڈے کا کام نہیں نہ ہی بطوط خان نامی شخص کا۔۔ اس کے پیچھے کون ہے؟ میں یہ پتہ لگا لوں گا، تم لوگ باقی کاموں پہ دھیان دو اب۔۔ اور وہاں سب کچھ اس طرح

سے کیمو فلاج کرو کہ ہمارے بارے میں کسی کو کچھ پتہ نہ چلے۔۔ باقی میٹنگ تم سنبھال لو، میں مصروف ہوں۔۔"

وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولا تو سب کھڑے ہوتے چلے گئے، ان کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ تیزی سے مخصوص دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا، اس کے چہرے پہ درندگی سے بھرپور چمک تھی جیسے وہ کچھ خاص کرنے کا ارادہ کر چکا ہو۔

قہقہوں کی آواز راہداری میں گونج رہی تھی، وہ مسکراتی ہوئی ٹرالی دھکیلتی اس کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی جہاں سے آوازیں آرہی تھیں۔

"میری ماں کہتی تھی۔۔۔۔۔" ایک آواز سنائی دی۔

"اور یار۔۔۔ رہنے دو پلیز۔۔۔ ہمیں تو مت سناؤ یہ سب۔۔۔" دوسری آواز نے ہنستے ہوئے اسے ٹوکا۔

"کیا زمانہ آگیا ہے، ماں کی بات نہیں سنتے لوگ۔۔۔ سچ ہی کہتی تھی ماں کہ لوگ اچھی بات نہیں سنتے۔۔۔" دکھ بھری آواز سن کر وہ مسکرائی۔

"سن لو بیچارے کی، آخر ماں کی بات ہے۔۔" کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس نے مسکرا کر سب سے کہا۔

"دیکھا۔۔ میڈم نرم دل ہیں، یہ بات کو سمجھ سکتی ہیں۔" سامنے صوفے پہ بے بسی کی مورت بنے عباس نے چہک کر کہا۔

"ثانیہ۔۔۔ تم پچھتاؤ گی۔۔ مت سنو اس کی بات۔۔"

جبران، جس کے چہرے کے گرد پٹی تھی، مسکرا کر بولا۔ اس کی ناک ابھی مکمل طور پہ ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔

"میری ماں کہتی تھی کہ ہر بات میں ناک نہیں اڑانی چاہیے۔۔" عباس نے جلدی سے کہا۔

"ٹانگ نہ اڑانا سنا ہے، ناک سے کیا مطلب؟۔۔"

ثانیہ کے لہجے میں حیرت تھی، ظاہر ہے مصنوعی تھی مگر عباس کو تو حقیقی ہی محسوس ہونی تھی۔

"میڈم جس کی ناک اڑانے کی وجہ سے ٹوٹی ہو وہی جانے کہ ٹانگ نہیں اڑانی یا ناک۔۔۔"

عباس نے معصوم لہجے میں کہا تو کبیر کے ساتھ ساتھ ثانیہ کا بھی قہقہہ بلند ہوا جبکہ جبران مسکرا ہی سکا۔

"تو تم جبران کی بات کر رہے تھے؟۔۔" کبیر نے تصدیق کرنی چاہی۔

"میں تو اپنی ماں کی بات کر رہا تھا، اس بیچاری نے میرے باپ کی راہ میں ناک اڑا دی تھی۔۔۔"

عباس نے دکھی لہجے میں کہا تو سب کے چہروں پہ سنجیدگی پھیلتی گئی، وہ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے کہ کیا نمونہ ہے یہ۔۔ بیوقوفی سے اچانک دکھ میں گھس جاتا ہے۔

"ہمیں افسوس ہے۔۔" کبیر نے کہا۔

"وہ تو مجھے بھی ہے، لیکن ماں کو بھی تو خیال رکھنا چاہیے تھا، ٹانگ اڑاتے ہیں، ناک تھوڑی۔۔۔"

اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے ان کی طرف تصدیق طلب انداز میں دیکھا تو کبیر نے سر پہ ہاتھ پھیرا کہ کیا جواب دے۔

"یہ بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔۔ خیال رکھنا چاہیے تھا۔۔" ثانیہ نے ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے دلاسا دیا۔

"لیکن یہ اتنی بھی بڑی بات نہیں کہ اس کے بعد بندہ مر ہی جائے۔ میرے باپ کی بیوی تھی اور بیوی تو محترم ہستی ہوتی ہے، چاہے ناک اڑائے یا ٹانگ۔ اسے آزادی ہے۔۔"

اس نے منہ بنایا تو کبیر کا قہقہہ بلند ہوا اور ثانیہ نے بے بسی سے کبیر کی طرف دیکھا کہ اب کیا جواب دے۔

"اب کیا کہیں تمہیں۔۔۔" ثانیہ نے زچ ہوتے ہوئے کہا۔

"دکھیارے کو کیا کہہ سکتی ہیں آپ۔۔۔ جو نصیب۔۔"

اس نے گلوگیر لہجے میں کہا اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں میں پانی چمکا تو وہ تینوں بوکھلا گئے۔ انہیں واقعی اس کی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کب وہ ڈرامہ کرنا شروع کرتا اور کب وہ دل سے کچھ کہہ رہا ہوتا ہے۔

"ہمیں افسوس ہے بہت۔۔ تم دکھی مت ہو۔۔ آئندہ ہم خیال رکھیں گے۔" کبیر نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"میری ماں کہتی تھی۔۔۔۔"

اور فلک شگاف قہقہے یوں کمرے میں گونجے جیسے چھت پھاڑنے کے لئے ایسا کیا گیا ہو، اس کی بات درمیان میں ہی رہ گئی۔

"اسے ایک ہی بندہ سنبھال سکتا ہے۔۔۔"

کبیر نے ہنستے ہوئے کہا اور عباس حیرت سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ہوا کیا ہے؟۔۔۔ ہنستے ہنستے اچانک کبیر کی ہنسی کو بریک لگی، وہ یکلخت سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا؟۔۔" جبران نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کوئی کودا ہے۔۔ ہلکا سا دھماکہ سنائی دیا ہے۔" کبیر نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میں دیکھتا ہوں۔۔۔" جبران بھی کھڑا ہوا۔

"نہیں تم یہیں رہو۔۔ میں دیکھ لیتا ہوں۔۔ ثانیہ تم ادھر ہی رکنا۔۔۔"

کبیر نے کہا اور تیزی سے باہر کی طرف بڑھا۔ اس کے پاؤں کے زخم اب معمولی رہ گئے تھے جس وجہ سے وہ جوگر استعمال کر رہا تھا تاکہ پاؤں پرسکون رہیں، ویسے بھی اس جیسے شخص کے لئے اتنے اتنے زخم کوئی خاص بات نہ تھی۔

"میں بھی جاتا ہوں۔۔" عباس نے بھی کبیر کی پیروی کرتے ہوئے کہا۔

"تم۔۔۔ تم کون ہو؟۔۔۔"

راہداری میں کبیر کی سخت آواز گونجی تو ثانیہ اور جبران بھی بے صبری سے باہر کو لپکے۔ وہ چاروں اپنی خفیہ ٹھکانے پہ موجود تھے، ایسے بھی کسی اور کا پہنچ جانا خطرے سے خالی نہیں تھا، وہ راہداری میں سے سیدھے ہاتھ مڑ کر مرکزی دروازے کی طرف بڑھنے کی بجائے وہیں سے چھپ کر دیکھنے لگے کیونکہ سب کا ایک ساتھ سامنے آنا بھی درست نہیں تھا۔

کبیر کے پیچھے عباس بھی کھڑا تھا، کبیر نے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ رکھے تھے، ان دونوں کی وجہ سے نوارد نظر نہیں آ رہا تھا۔

"مجھے سوہنی کی تلاش ہے۔۔۔"

ایک بھیڑیئے جیسی غراتی ہوئی آواز سنائی دی جو ان سب کے لئے نامانوس تھی۔

"یہاں کوئی سوہنی نہیں رہتی۔۔۔ نکلو یہاں سے ورنہ پولیس کو بلاؤں گا۔۔" کبیر نے آگے بڑھتے اور باہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سخت لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں وہ یہیں ہے، اسے میرے حوالے کر دو اور میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا۔۔۔" وہ غرایا۔

"چلو نکلو یہاں سے۔۔۔"

کبیر دھاڑا اور اگلا لمحہ سب کے لئے چونکا دینے والا تھا جب کبیر اچھل کر عباس سے ٹکرایا اور دونوں ایک ساتھ دھڑام سے فرش پہ آ گرے۔۔۔ ثانیہ اور جبران نے حیرت بھری نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔۔۔ کبیر اتنی آسانی سے مار کھانے والوں میں سے نہیں تھا، کیا اسے زنگ لگ گیا تھا یا حریف ہی اول درجے کا سامنے تھا۔ ثانیہ کی آنکھوں کے سامنے مسٹر بی سے لڑنے والا شخص گھوم گیا۔

اسی وقت کبیر پہ حملہ کرنے والا شخص اچانک سامنے آن کھڑا ہوا، ثانیہ کی امید پوری نہ ہوئی تھی، یہ کوئی اور ہی تھا۔ وہ قدرے نکلے ہوئے پیٹ کا مالک، بھاری جسم کا مالک تھا جس کے سر پہ بالوں کا گھونسلہ تھا اور آدھے چہرے پہ نقاب۔

ادھر کبیر اچھل کر کھڑا ہوا اور پاؤں زمین پہ لگتے ہی وہ دوبارہ اچھلا اور

اس کی گھومتی ہوئی لات اس شخص کے سینے کی طرف بڑھی، وہ تیزی سے نیچے جھکا مگر کبیر کی دوسری لات بھی حرکت میں آئی اور اس شخص کی گردن پہ پڑی، وہ لڑکھڑاتے ہوئے مخالف سمت میں دوڑا مگر وہیں سے گھومتے ہوئے پلٹا اور جیسے ہی کبیر کے پاؤں زمین کو چھوئے اس نے ایڑی پہ گھومتے ہوئے کبیر کی پنڈلیوں کو نشانہ بنایا اور کبیر اچھل کر پشت کے بل زمین پہ آ رہا۔

عباس یہ دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھا۔۔۔ اور ثانیہ اور جبران نے یوں ہاتھ اٹھائے جیسے اسے روکنے لگے ہوں کہ جو کبیر کے ہاتھ نہیں لگ رہا وہ عباس کے ہاتھ کیسے لگے گا۔۔۔ مگر دیر ہو چکی تھی۔۔۔ عباس نے بڑی مہارت اور تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے لات گھمائی جو تیزی سے اس شخص کے پیٹ کی طرف بڑھی اور پیٹ پہ لات لگتے ہی یوں کھٹک کی آواز سنائی دی جیسے وہ ٹھوس زمین سے ٹکرائی ہوئی، اس سے پہلے کہ عباس حیرت کا اظہار کرتا، اس شخص نے عباس کی لات پکڑی اور گھما کر بغلی دیوار کے ساتھ دے مارا۔۔۔ وہ دھماکہ سے نیچے گرا، اسی وقت کبیر جبڑے بھینچے تیزی سے آگے بڑھا۔

"ارے یار۔۔ سوہنی نہیں تو کوئی کُوجی ہی دے دو۔۔۔"

اس شخص کی آواز بدلی اور بدلی ہوئی آواز سن کر سب اچھل پڑے۔

"ساحر۔۔۔۔" سب نے بیک زبان کہا تو وہ مسکرایا۔

" تمہارا زنگ پوری طرح نہیں اترا۔۔ چیف تو کہہ رہا تھا کہ تم ٹھیک ہو گئے مگر۔۔" اس نے کہا۔

"زنگ اترنے کے بعد بھی تم سے تو مقابلہ نہیں ہو سکتا ہے۔۔" کبیر مسکرایا۔

"بہانہ اچھا ہے خان صاحب۔۔" اس نے قہقہہ لگایا اور کبیر تیزی سے آگے بڑھ کر اس کے گلے لگ گیا۔

رات کے دس بجے تک تو بڑے ہوٹلوں میں عموماً رونق اور گہما گہمی رہتی اور اس ہوٹل کی تو بات ہی کیا تھی، بین الاقوامی سطح پہ اس کا نام تھا، ہوٹل ہر لحاظ سے تھا بھی منفرد، کسٹمر سروس تو گھر کی باندی کی بھی باندی تھی۔ شام ہوتے ہی آس پاس کے افراد کیڑوں کی طرح گھروں سے نکلتے، لائن میں جڑتے ہوٹل الجدید کا رخ کرتے اور کھانے کے وقت سے پہلے پہلے گاڑیوں کا تانتا بندھ جاتا۔

ہوٹل میں بہت ہی اعلیٰ درجے کے کمرے بھی تھے جو کہ بہت ہی خوش نصیب افراد کو ملتے تھے، نہ تو ان کے کرائے کا مسئلہ تھا نہ کسی سفارش کا، مسئلہ صرف بڑی لائن تھی جو کمرہ حاصل کرنا چاہتے تھے، عام

نظریے کے مطابق اس ہوٹل کا سٹور روم بھی اگر کرائے پہ لگایا جاتا تو لوگ اسے بھی بک کرنے کی سر توڑ کوشش کرتے، سوچ ہے عوامی۔۔۔۔۔ بھیڑ چال، جس پہ منطق، عقل تو شرم سے پانی پانی ہو کر بھاپ ہو جاتی ہے۔

آج کی رات۔۔۔۔۔ ہوٹل الجدید کے لئے برا پیغام لے کر آئی تھی۔ اس وقت گہری خاموشی میں ڈوبا ہوٹل بے بسی سے اپنے پیٹ میں موجود لاتعداد بھوکے انسانوں کو دیکھ رہا تھا، پہلے تو ہال میں موجود سب لوگ بھوک کی وجہ سے بے چین تھے مگر اب۔۔۔ بھوک کا دور دور تک نام ونشان نہ تھا، اب ہر شخص کے ذہن اور کچھ کی زبان پہ ایک ہی جملہ تھا۔۔۔ "میں نے امی کے پاس جانا ہے۔۔"۔۔

اتنی خاموشی میں سانس کو چلنے میں دقت پیش آ رہی تھی اور سانس پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہوئے اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا، ہوٹل کے ایک کمرے میں لاش پائی گئی تھی اور وہ لاش کسی عام انسان کی تو تھی نہیں کہ "ٹاکی" مار کر صاف کرتے ہوئے سب اپنی اپنی زندگی میں لوٹ جاتے، لاش تھی ایک جانی مانی ہستی کی، جو اپنے ناچ سے ملک کے خاصی آبادی کے دلوں پہ راج کرتی تھی، ایک حسین و جمیل اداکارہ،

جس کی اداکاری سے زیادہ اس کے ناچ کی دھوم تھی، جس کے پاؤں کی حرکت سے شوقین مزاجوں کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو کر دل سے معدے کی جانب چلی جاتیں اور پھر وہ سینے پہ ہاتھ رکھ کر اسے واپس کھینچتے۔

پولیس نے آتے ہی ہوٹل کی میں آمد ورفت پہ یوں پابندی لگائی جیسی یہ آمد ورفت کوئی سرکاری نوکری ہو۔۔ ثمر مر چکی تھی، سب کو دکھ بھی تھا اور سب کی یہ خواہش بھی کہ ایک بار دیکھیں تو سہی کہ مری ہوئی ثمر کیسی لگتی ہے۔۔ شاید نفسِ انسانی کی حسِ تسکین اپنی راہ میں کسی بھی عمل کو رکاوٹ بنانے پہ تیار نہیں ہوتا اور ہمیشہ مردار کھانے کی کوشش میں ہی رہتا ہے۔ ہر شخص، ثمر کے کمرے میں جا کر لاش کا معائنہ کرنا چاہتا تھا کہ ہوا کیا، مگر افسوس۔۔ سب کو اس کی اجازت نہ تھی۔

پچھلے ایک گھنٹے سے تفتیش جاری تھی، اس کمرے کی جانچ پڑتال کے علاوہ، ہال میں بھی "one window operation" کے طور پہ تفتیشی افسران بیٹھ چکے تھے اور تمام افراد سے پوچھ گچھ شروع ہو گئی۔۔ بہت سے لوگوں نے واویلہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ تو اوپر گئے ہی نہیں۔۔۔ انہیں پھر جواب ملا کہ "اگر پہلے آپ اوپر نہیں گئے تو جس

طرح کی آپ اب حرکت کر رہے ہیں، بہت اوپر بھی جا سکتے ہیں۔۔" کچھ با اثر افراد تفتیش کے نام پہ مینجر کے کمرے کی طرف لے جائے گئے اور پچھلے دروازے سے باہر۔۔۔

ہوٹل کی عمارت کا داخلی دروازہ کھلا تو سب نے یوں چونک کر دیکھا جیسے دروازے سے گناہ سرزرد ہوا ہو مگر وہ یہ دیکھ کر چونک گئے کہ دروازے کے درمیان میں ایک نوجوان کھڑا حیرت سے سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"اوہ۔۔۔ ہوٹل الجدید کی بجائے ہوٹل الشدید خاموشی پہنچ گیا۔۔"

اس کی بڑبڑاہٹ سب نے سنی، شاید جان بوجھ کر آواز اونچی رکھی گئی اور خاطر خواہ فائدہ ہوا، لوگوں کے کھینچے اعصاب اچانک پر سکون ہوتے چلے گئے اور چند ایک افراد مسکرائے، مسکرائے بھی یوں جیسے روتے روتے ہنس دیئے ہوں۔

"کون ہو تم؟۔۔۔" تفتیشی افسر دھاڑا۔

"اس ہوٹل میں عملہ پولیس والا ہے؟۔۔۔" وہ دوبارہ بڑبڑایا جیسے ریاضی کے سوال میں الجھ گیا ہو۔

"کون ہو تم ؟۔۔۔ تجھ سے پوچھ رہا ہوں۔۔ "افسر چیخا۔

"یعنی کہ مجھ سے ؟۔۔ "اس نے خود کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں۔۔ تجھ سے ہی۔۔"

"یعنی کہ میں بتاؤں کہ میں کون ہوں ؟۔۔ "اس نے تصدیق چاہی۔

"او تجھ سے ہی کہہ رہا ہوں گھامڑ کہیں کے۔۔"

افسر حلق کے بل چیخا تو کچھ پولیس والے اس نوجوان کی طرف بڑھنا شروع ہوئے۔

"اب تو بتنا ہی ہے۔۔۔ جب آپ نے اپنا نام بتا دیا تو اچھا نہیں لگتا کہ میں اپنا نام نہ بتاؤں۔۔۔"

نوجوان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور ساتھ خود ہی پولیس افسر کی طرف بڑھا، اسے یوں بڑھتے دیکھ کر ایک دو سپاہیوں نے بندوقوں کو کہنی ماری کہ "ہوشیار"۔۔۔

"تو بتا۔۔۔ کون ہے تو ؟۔۔۔ تجھے کسی نے گیٹ پہ روکا نہیں کہ ہوٹل میں جانا منع ہے ؟۔۔"

اس نے سینہ پھلاتے ہوئے کہا مگر پیٹ زیادہ پھول گیا۔

"ہاں وہ۔۔ ایک افسر نے بتایا تھا مگر مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا تو زبردستی اندر گھس آیا۔۔" نوجوان نے پیٹ پہ ہاتھ پھیرا۔

"تجھے اتنی بھوک لگی ہے کہ قانون کی خلاف ورزی کرنے پہ تُل گیا۔۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا جیسے مزید ایک شکار ہاتھ لگ گیا ہو۔

"بھوک۔۔۔ مجھے تو بھوک نہیں لگی۔۔۔" نوجوان نے چونک کر کہا۔

ہال میں موجود تناؤ کی کیفیت بہت ہلکی ہو چکی تھی، سب کو ایک تفریح میسر آئی تھی اور سب ہونٹوں پہ مسکراہٹ سجائے یہ مکالمہ سننے میں محو تھے۔۔۔ تھوڑی دیر پہلے، جس کی تفتیش ہر بندہ کرنا چاہ رہا تھا۔۔۔ اس لاش کو وہ بھول ہی گئے تھے۔

"تو پھر؟۔۔۔" افسر گرجا۔

"آج پیمپر نہیں لگایا۔۔۔ تو۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ کیا بتاؤں۔۔" نوجوان شرما گیا اور کان پھاڑ قہقہے ہال میں گونج اٹھے اور اچانک ہی بریک لگ گئی، جیسے انہیں۔ لاش۔ پولیس۔۔ تفتیش۔۔ پولیسی عتاب یاد آ گیا ہو۔

"قانون سے مسخری۔۔۔ پکڑلو اسے۔۔۔"

افسر اسے دیکھ کر چیخا اور ماتحتوں کو اشارہ کیا۔۔ وہ سچا بھی تھا، اس کی عزت کا پیمپر ہی اتار دیا تھا اس نوجوان نے، پولیس والے تیزی سے اس کی جانب بڑھے اور بندوقیں تان لیں۔

اسی وقت لفٹ کا دروازہ کھلا اور پولیس انسپکٹر تیزی سے باہر نکلا اور تفتیشی افسر کی جانب بڑھا۔ اس دیکھ کر سب چوکس ہو گئے۔

"رئیس۔۔۔ ایک سرکاری افسر آنے والے ہیں، ان کا نام فازر ہے۔۔ ابھی آئے تو نہیں؟۔۔" اس نے افسر سے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔۔۔ ابھی تو یہ پیمپر ہی آیا ہے۔۔" اس نے دروازے کے پاس کھڑے نوجوان کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا بکواس ہے رئیس۔۔ یہ بھی کوئی نام ہوا؟۔۔" انسپکٹر جھلا کر بولا جیسے وہ ڈیوٹی سے تنگ آیا ہوا ہو۔

"کون ہیں آپ؟۔۔"

انسپکٹر وہیں سے اس نوجوان سے مخاطب ہوا مگر بولا عزت سے ہی۔

"میرا نام فازر ہے۔۔۔" نوجوان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

وہ پڑھا لکھا، سنجیدہ اور رعب دار شخصیت کا حامل محسوس ہونے لگا۔

"اوہ۔۔۔ سر۔۔۔"

انسپکٹر بوکھلا گیا اور تیزی سے آگے بڑھا۔۔ سر کا لفظ سنتے ہی بندوقیں نیچے اور ہاتھ سر کی جانب بڑھے اور اگلے لمحے سلیوٹوں کی چھاؤں میں وہ لفٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔

ہال میں موجود لوگ حیرت سے ایک دوسرے کی طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے پوچھ رہے ہوں کہ "افسر ایسے بھی ہوتے ہیں؟۔۔۔" اُدھر پولیس والے الگ حیرت کی کھلی کتاب بنے ہوئے تھے، رئیس کی پیشانی پہ "بخارات" انگڑائیاں لینے لگے۔۔۔ اسی نے سب سے پہلے ٹانگ اڑائی تھی، وہ بے چینی سے ہونٹ کاٹ رہا تھا کیونکہ اب اس کی امید کے مطابق اسے پیمپر کی ضرورت پڑنے والی تھی۔

میدان میں جہاں جہاں نظر جا رہی تھی، سر ہی سر نظر آ رہے تھے، شاید اس قدر ہجوم کی خبر پہلے ہی تھی جس وجہ سے کرسیاں رکھوانے کا حوصلہ کسی میں بھی نہ تھا، زمین کو صاف کر کے اس پہ خوبصورت دریاں بچھائی گئیں تھیں اور آنے والے سب کے سب ایک دوسرے کو دھکیلتے، گرتے پڑتے، آگے سے آگے جانے کی کوشش میں تھے۔

یہاں آ کر انسان سب بھول جاتا ہے جب اس کی خواہش اس کی آنکھیں بن جاتی ہے۔۔ یہ وہ لمحات ہوتے ہیں جب وہ اپنی تربیت، تمیز، عقل اور مذہب کو بدنام کرنے میں انجانی کوشش کرتے ہیں اور کیچڑ دوسروں پہ اچھالتے ہیں۔ اگرچہ وہ سب اپنی خواہش کے مطابق اپنے معشوق (یہ عاشقوں کا دعوی تھا) کو دیکھنے اتنی دور سے آئے تھے۔

سٹیج سجا ہوا تھا، اس پہ کرسیاں بھی موجود تھیں اور ڈائس بھی۔۔ آہستہ آہستہ سیاسی و مذہبی شخصیات سٹیج پہ براجمان ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک سب لوگ ہڑبڑا کر کھڑے ہوتے چلے گئے کیونکہ وہ جسے دیکھنے، سننے اور ملنے آئے تھے، وہ شخصیت سٹیج پہ جلوہ افروز ہو گئی تھی۔

ہر طرف سے خوشی کے نعرے لگنے شروع ہو گئے اور وہ مسکرا کر سب کو جواب دیتے ہوئے، مہمانوں سے گلے ملنے لگے، وہ ملک کے جانے مانے سکالر، مذہبی رہنما اور ایک بہت بڑے پروفیسر۔۔۔ صداقت علی ۔۔تھے، جن کے نام کے ساتھ بہت سے القابات بھی لگتے تھے۔ ٹیلی وژن، ریڈیو اور اخبارات میں وہ کبھی کبھار ہی مہمان نوازی کا شرف بخشتے، مگر جب بخشتے تو عاشقوں کے وارے نیارے ہو جاتے۔ عام طور پہ وہ بھیڑ پسند نہیں کرتے تھے مگر اس بار انہیں بہت بڑے مجمع میں مدعو کیا گیا اور بہت اصرار کے بعد انہوں نے خطاب کی حامی بھری۔

ایک طرف ان کے ہزاروں چاہنے والے تھے تو دوسری طرف ان کے مخالفین بھی بہت تھے جو ان کی شخصیت کو دھرتی پہ بوجھ سمجھتے تھے، ان کی دشمنوں کی کوئی خاص جماعت نہ تھی، اپنے پرائے۔۔ تھوک کے

حساب سے۔۔ شاید ان کی شہرت سے جلتے تھے یا کہ ان کے خیالات کو پسند نہیں کرتے تھے۔

مہمانوں سے گلے ملنے کے بعد، انہوں نے سامنے موجود تمام لوگوں کو ہاتھ ہلا کر سلام کیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا، سب لوگ خوشی سے جھومتے ہوئے بیٹھتے چلے گئے، سٹیج سیکرٹری نے صداقت علی کی شان میں چند ایک کلمات کہے، انہیں خوش آمدید کہا اور ساتھ ہی پروگرام شروع ہو گیا۔

حسبِ روایت پروگرام کے لوازمات کو پورے کرتے ہوئے، صداقت صاحب کے خطاب کا وقت آن پہنچا اور ہر عاشق سنبھل کر بیٹھ گیا جیسے ایک ایک لفظ کو دل میں اتارنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ صداقت صاحب کے سامنے مائیک رکھا گیا اور ۔۔ان کی آواز سنتے ہی ہر شخص جھومنے لگا۔۔۔ اور تھکان تو چہروں سے یوں غائب ہوئی جیسے بادل چاند کے سامنے سے ہٹے ہوں۔

"جب انسان قدرت کے اصولوں سے بِھڑنا چاہتا ہے تو اسے کہیں بھی پناہ نہیں ملتی، گمراہی اس کا مقدر کر دی جاتی ہے، حیرت ہے مجھے ان لوگوں پہ جنھوں نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی گھاٹے کا سودا کیا پھر

ساری عمر اسی میں رہے اور ان کا خاتمہ یوں ہوا کہ حرام موت ان کا مقدر بنی۔۔

میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا، مگر آپ سب کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ حرام کاری، اپنی خواہشات کی غلامی انسانیت کی تذلیل ہے، جو بھی اس دلدل میں گھسے گا، وہ حرام موت ہی مرے گا، کبھی پنکھے سے لٹک کر، کبھی زہر پی کر، کبھی دریا کے پانی کو آلودہ کر کے اور کبھی نیند کی گولیاں کھا کر۔۔ آپ لوگ اتنے باشعور ہیں کہ میری باتوں کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اپنے گھروں کو محفوظ بنائیں، ابلیس کو گھسنے مت دیں۔"

انہوں نے توقف کیا۔۔ان کی اشارے کنایوں میں باتیں سن کر ایک بار سرگوشیاں شروع ہوئیں اور یہ سرگوشیاں پنڈال کے شروع سے آخر تک چلی گئیں۔

"دوسری اہم بات، اہم فریضہ یہ ہے کہ برائی کو روکا جائے، اپنے آس پاس ہونے والی برائی کو روکیں۔۔۔ یاد رکھیں کہ اگر آپ نے برائی کو نہ روکا تو آپ بھی اس میں شامل ہیں۔۔۔ برائی کا ساتھ مت دیں۔۔۔ اس کے خلاف احتجاج کریں۔ اپنے گھر، محلے، شہر، صوبے اور ملک کو برائی سے پاک کرنے کا بیڑہ آپ خود اٹھائیں۔ فحاشی کے اس دور

میں جہاں گناہ کے مواقع آسانی سے میسر ہیں، اپنا اور لوگوں کا خیال رکھیں۔۔ ایک دوسرے کا ساتھ دیں اور برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں۔۔ میرا ماننا ہے کہ تمام رہنماؤں کو ایک سلسلے میں ایک ہو جانا چاہیے کیونکہ یہ جنگ تنِ تنہا لڑنا بہت مشکل ہے۔۔ باہمی اختلافات ، چاہے وہ ذاتی ہوں، معاشرتی یا پھر مذہبی، ان کو ایک طرف رکھ کر ایسی معاملات میں کم از کم ایک ہو جانا چاہیئے جو سب کے لئے نقصان دہ یا سب کے لئے فائدہ مند ہوں۔۔"

ان کی تقریر سے جیسے سامنے بیٹھے ہر شخص کا ایمان تازہ ہوا، جیسے ایمان پہ عرقِ گلاب کا فوارہ چھوڑا گیا ہو اور فضا نعروں سے گونج اٹھی۔۔ صداقت علی کا شکریہ ادا کیا گیا کہ انہوں نے اپنی پسند کو پسِ پشت رکھتے ہوئے لوگوں کی بھلائی کے لئے وقت نکالا۔۔۔ اور انہیں آج کے دور کے فتنوں سے روشناس کروایا۔

جلسے کے اختتام پہ سب احتراماً کھڑے ہوئے اور صداقت علی صاحب سے گلے ملنے کے لئے بے تاب نظر آنے لگے، صداقت صاحب نے گلے ملنے کے لئے بازو کھولے ہی تھے کہ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی ان کے دائیں کندھے پہ لگی اور وہ جھٹکا کھا کر کرسی پہ گرے، گولی کی

آواز کے ساتھ ہی بھگدڑ مچ گئی اور باڑہ کھل گیا۔۔ ادھر سٹیج پہ موجود لوگ نیچے جھکتے ہوئے چھپ گئے، سیاستدانوں کے ساتھ آئے محافظ تیزی سے سٹیج پہ پھیلتے گئے اور ان کی گنیں ہر سمت منہ اٹھائے ہوئے تھیں مگر کہیں سے بھی دوبارہ حملہ نہ ہوا۔۔

"صداقت صاحب کو ایمبولنس میں پہنچاؤ جلدی۔۔" علاقے کے سیاسی رہنما نے اپنے محافظوں سے کہا۔

ایمبولنس تو حفظِ ماتقدم کے طور پہ موجود تھی، محافظ تیزی سے آگے بڑھے اور خون میں لت پت صداقت صاحب کو اٹھا کر ایمبولنس کی طرف دوڑے۔۔ دو محافظ رستہ بنانے میں لگے تھے اور دو نے صداقت علی کو اٹھایا ہوا تھا، دھکم پیل کی مخالف سمت نکلتے ہوئے انہیں دانتوں پسینہ آگیا مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری اور آخر کار وہ ایمبولنس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے، انہوں نے صداقت علی کو ایمر جنسی سروس کے عملے کے حوالے کیا۔۔۔ صداقت علی کی ابتدائی مرہم پٹی شروع ہوئی اور ساتھ ہی سائرن کی آواز کے ساتھ ایمبولنس حرکت میں آگئی۔۔ ایمولنس تیزی سے سڑک کی جانب بڑھی، ابھی ایمولنس ہجوم میں تھی کہ کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور ایمبولنس کے ٹکڑے آسمان کی

طرف بلند ہوتے نظر آئے، اس کے ساتھ ہی انسانی وجود کے ٹکڑے بھی پھیلتے گئے۔۔۔ محافظ جنھوں نے صداقت علی کو ایمبولنس میں لیٹایا تھا۔۔۔ہکے بکے۔۔۔سُن ہوئے سامنے بھڑکتی آگ کو دیکھ رہے تھے۔۔ چیخ و پکار پہلے سے بڑھ گئی تھی اور دہشت نے پنجے گاڑنے شروع کر دیئے تھے۔

ہوٹل ہالیڈے کے لان میں جابجا کرسیاں میزوں کو گھیرے ہوئے تھیں، ہر میز دوسری میز سے کافی فاصلے پہ تھی، ایسا گاہکوں کو پرائیویسی دینے کے لئے کیا گیا تھا۔ انہی میزوں میں سے ایک بالکل الگ تھلگ میز کے گرد کرسیوں پہ پانچ افراد بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ یہ انٹیلی جنس کا سیکشن فائیو تھا جس کا لیڈر کیپٹن جمال، جو کہ سنہری بالوں والا ایک خوبرو، لمبا تڑنگا نوجوان تھا، اس کا اسسٹنٹ خرم، زوبی، فریحہ اور اسفند بھی موجود تھے۔ اس کے لئے دلچسپ ناول پراسرار لاشیں ملاحظہ فرمائیں۔

"تمہیں سوپر فور میں شامل ہونے کی پیشکش مان لینی چاہیے تھی۔" زوبی نے جمال سے کہا۔

"یہ پیشکش اس وجہ سے نہیں تھی کہ کرنل میری کارکردگی سے متاثر ہیں، یہ اس وجہ سے تھی کہ ثانیہ سیکشن چھوڑ چکی ہے۔" جمال نے منہ بنایا۔

"حیرت ہے کہ ثانیہ کو انٹیلی جنس۔۔اور پھر سوپر فور جیسے سیکشن سے اتنی آسانی سے مستعفی ہونے دیا گیا۔۔" خرم نے سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا۔

"ہو گی کوئی تگڑی سفارش۔۔۔ ویسے اس کے جانے سے سوپر فور کی کارکردگی متاثر ہو گی۔۔" زوبی نے کہا۔

"قابل ایجنٹ سفارشیں نہیں کرواتے، کوئی اور ہی چکر ہے۔۔" جمال نے کہا۔

"اچھا جی۔۔اب وہ قابل لگنے لگی؟۔۔" زوبی مسکرائی۔

"سوپر فور کی قابلیت میں شک نہیں، کرنل کے رویے کی وجہ سے ایک رقابت سی بن گئی ہے۔۔۔" جمال نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

فریحہ اور اسفند مسکراتے ہوئے ان کی باتیں سن رہے تھے۔

"یہ یہاں کیسے ؟۔۔۔"

زوبی کی حیرت میں ڈوبی آواز سن کر سب نے اس کی طرف اور پھر جس طرف زوبی دیکھ رہی تھی، اس طرف دیکھا تو سب کے چہروں پہ حیرت اڈ آئی۔

"اور اس کے ساتھ کون ہے ؟۔۔"خرم بڑبڑایا۔

"اسے کہتے ہیں شیطان کو یاد کرو تو شیطان حاضر۔۔۔۔" اسفند نے مسکرا کر کہا۔

"بری بات ہے۔۔۔ انسان کو انسان ہی رہنے دو۔۔۔" فریحہ نے منہ بنایا جیسے اسے اسفند کی یہ بات بالکل بھی پسند نہ آئی ہو۔۔

"اب اخلاقیات پہ سبق مت دینا مجھے۔۔"اسفند نے چڑ کر کہا۔

"کیا اس سے تعارف کرنا چاہیے ؟۔۔"زوبی نے جمال کی طرف دیکھا۔

"ضرورت نہیں۔۔اگر وہ خود آگئی تو ٹھیک ۔۔ورنہ ایسے ہی ظاہر کرو جیسے دیکھا ہی نہیں۔۔"

جمال نے کہا تو سب ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور دوبارہ بحث میں جٹ گئے۔

"hello everyone"۔۔۔ ایک مترنم آواز سن کر وہ سب چپ ہوئے اور جمال نے چونک کر گردن موڑی۔

"اوہ۔۔ ثانیہ۔۔۔ تم۔۔ تم یہاں کیسے ؟۔۔"

زوبی نے کھڑے ہوتے ہوئے مسرت بھرے لہجے میں کہا، وہ بانہیں پھیلائے اس کی طرف بڑھی۔

"بہت تیز ہو تم لوگ۔۔۔۔یوں ظاہر کر رہے ہو جیسے مجھے دیکھا ہی نہیں پہلے۔۔"

ثانیہ قہقہہ لگا کر ہنسی تو سب مسکرائے، ثانیہ سے سلام دعا ہوئی اور خیر خیرت پوچھنے کا پہیہ چل پڑا، ادھر جمال کے اشارہ کرنے پہ دو بیرے پاس کی میز سے خالی کرسیاں لے کر وہاں پہنچے اور کرسیاں میز کے گرد رکھ کر تیزی سے واپس مڑ گئے۔

"ان صاحب کا تعارف نہیں کروایا تم نے ؟۔۔"

جمال نے اس کے ساتھ آنے والے نوجوان کی طرف اشارہ کیا جولان

میں موجود کرسیوں کو گھور رہا تھا جیسے اپنے رشتے کے لئے کرسی چُن رہا ہو۔

"ان کا نام فازر ہے۔۔۔ اور یہ ایک بزنس مین ہیں۔۔" ثانیہ مسکرائی۔

"ہونہہ۔۔ فادر۔۔۔ ابھی تو نہیں بنا میں۔۔"

وہ نوجوان، جو کہ ساحر تھا، چونک کر بولا تو سب کے چہروں پہ مسکراہٹ پھیلتی گئی۔

"فازر کہا ہے میں نے۔۔" ثانیہ نے گھورتے ہوئے کہا۔

"کہاں سے ہیں آپ مسٹر فازر؟۔۔" جمال نے پوچھا۔

"یہاں سے یہاں تک۔۔" اس نے ایڑی سے لے کر سر تک اشارہ کیا۔

"میرا مطلب تھا کس شہر سے؟۔۔" جمال نے شرمندہ لہجے میں کہا اور ادھر ساحر کی بات سن کر قہقہہ بلند ہوا۔

"اوہ۔۔۔ اچھا۔ میں اسی شہر سے ہوں۔۔۔ ابھی ابھی۔۔ پہلے کہیں اور سے تھا۔" وہ خلا میں گھورتے ہوئے بولا۔

تب تک بیرے کھانا لے کر پہنچے، تینوں نے میز پہ کھانا لگانا شروع کیا تو

جمال نے ثانیہ کی طرف دیکھا۔

"کھانے کی دعوت دی جاسکتی ہے؟۔۔" وہ مسکرایا۔

"دی تو جاسکتی ہے۔۔" ثانیہ بھی مسکرائی۔

جلد ہی بیرے کھانا میز پہ چُن کر ہٹتے چلے گئے، ایک بیرا ان سے مناسب فاصلے پہ رک گیا، اس کی ڈیوٹی تھی کہ کھانے کے دوران اس میز پہ ہر چیز کا خیال رکھے۔

"یہ بے وقوف کس لئے ساتھ نتھی کیا ہوا ہے؟۔۔"

زوبی نے ثانیہ کی طرف جھکتے ہوئے نہایت دھیمی آواز میں پوچھا تو ثانیہ مسکرائی۔

"کافی دنوں سے اسے مجھ سے پیار ہو گیا ہے۔۔۔" ثانیہ نے سرگوشی کی تو زوبی نے حیرت سے ثانیہ کی طرف دیکھا۔

"اوہ۔۔شادی؟۔۔"

"نہیں۔۔ نہیں۔۔ ویسے ہی پارکنگ میں مل گیا اور منتیں کرنے لگا کہ کھانا ساتھ کھاؤ تو چلی آئی۔۔ یہاں سے واپسی پہ چھٹی۔۔" وہ مسکرائی۔

وہ لوگ کھانا کھانے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ جمال چونک گیا۔

"کیا ہوا؟۔۔" زوبی نے پوچھا۔

"میں آتا ہوں۔۔ تم لوگ کھانا شروع کرو۔۔۔"

وہ تیزی سے اٹھتے ہوئے بولا، اس کے ہاتھ میں موبائل فون تھا، شاید کوئی ایمر جنسی کال تھی۔

جمال کے اٹھتے ہی سیکشن فائیو نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، ثانیہ بھی ان کے چہرے دیکھ رہی تھی جبکہ ساحر۔۔۔ وہ کھانے کو دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے ناچاہتے ہوئے بھی کھانا شروع کیا اور جلد ہی جمال بھی پہنچ گیا۔

"کیا ہوا؟۔۔" خرم نے پوچھا۔

"پاپا کی کال تھی، فیکٹری میں کوئی مسئلہ بن گیا ہے۔۔"

جمال نے ساحر کی موجودگی کی وجہ سے کوڈ ورڈز میں جواب دیا، انہیں ثانیہ کی فکر نہ تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ثانیہ اب تک اندازہ لگا چکی ہو گی کہ جمال کیوں اچانک اٹھ کر گیا۔

"اوہ۔۔۔ پھر؟۔۔" وہ چاروں بے چین ہو گئے۔

"کھانا کھا کر تم لوگ اپنے اپنے گھر۔۔ میں پاپا سے ملنے جاؤں گا۔۔" اس نے کہا اور سب نے اثبات میں سر ہلایا۔۔ کھانا کھانے کے بعد چائے کا دور چلا اور سب نے نہایت تیزی سے اس کام کو سمیٹنا چاہا مگر ساحر۔۔۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ چائے کا ہر گھونٹ ایک ایک صدی میں پینا چاہتا تھا۔ خدا خدا کر کے اس کی چائے بھی ختم ہوئی اور سب کھڑے ہوئے۔

"اوکے ثانیہ۔۔ پھر ملاقات ہو گی۔۔" سب نے الوداعی حرکات اپناتے ہوئے کہا۔

"ضرور۔۔۔ اللہ حافظ۔۔۔"

"مس۔۔ میں بے وقوف نہیں جو اس کے ساتھ نتھی ہوا ہوں۔۔"

ساحر پاس سے گزرتی زوبی سے مخاطب ہوا تو اسے جھٹکا لگا۔ اس نے تو اتنی آہستگی سے یہ جملہ کہا تھا کہ شاید ثانیہ نے بمشکل سنا ہو مگر فازر۔۔ وہ حیرت اور شرمندگی سے اسے دیکھتی ہوئی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

"کیا خیال ہے؟۔۔" ثانیہ نے ان کے جانے کے بعد ساحر سے پوچھا۔

"مرچیں زیادہ تھیں۔۔معدہ اور کھانا۔۔اس وقت ساس بہو بن چکے ہیں۔۔"اس نے پیٹ پہ ہاتھ پھیرا۔۔

"میں نے کچھ اور پوچھا۔۔"ثانیہ مسکرائی۔

"ان کی رفتار ذرا دھیمی رہے گی لیکن۔۔۔پلان کام کر رہا ہے۔۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو ثانیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور کیا کہہ رہی تھیں تم؟۔۔زوبی سے۔۔دماغی خلفشار۔۔ہاں ۔۔پیار۔۔۔کیا تھا وہ؟۔۔"اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا تو ثانیہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔

ایک گندے کپڑوں میں ملبوس پھیری والا، کاندھے پہ گٹھڑی لادے بازار میں سے گزرتا جارہا تھا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر الجھن شروع ہو جاتی، پیلے دانت، بے ترتیب داڑھی اور منحوس شکل۔ ہاتھ بھی کپڑوں کی طرح گندے اور جوتے، وہ تو یوں لگ رہا تھے جیسے کیچڑ سے ہی بنائے گئے ہوں۔

"پستہ۔۔۔ بادام۔۔ اخروٹ لے لو۔۔۔"

وہ ٹریفک کے شور کے باجود گلہ پھاڑ پھاڑ کر آواز لگاتا جارہا تھا، ہر دکان

کے سامنے وہ تھوڑی دیر کے لئے یوں رکتا جیسے دکاندار کا رشتہ دار ہو۔۔ کچھ لوگ تو شوق سے چیزیں خرید رہے تھے جبکہ کچھ اس کی شکل دیکھ کر ہی معافی مانگ لیتے۔

میکنکوں کی مارکیٹ کے بعد وہ سبزی منڈی گھسا اور اس کے بعد صرافہ بازار، وہاں سے نکلتے ہوئے وہ پہنچا کمپیوٹرز اور موبائلز کی مارکیٹ میں جہاں پہ ابھی بھی کچھ سی ڈی شاپس موجود تھیں۔ گھومتے گھومتے وہ ایک سی ڈی شاپ میں گھسا اور جب دکاندار نے اسے سے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا تو وہ رازدرانہ انداز میں آگے جھکا۔

"فلم مل سکتی ہے؟۔۔۔" اس نے سرگوشی کی۔

"اس میں چھپانے والی کیا بات۔۔ یہ ساری فلمیں ہی ہیں۔۔ جو مرضی ہے لے لو۔۔" دکاندار نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"یہ والی نہیں۔۔ مجھے خاص فلم چاہیے۔۔"

"خاص؟۔۔۔ اس نام کی تو کوئی فلم نہیں آئی آج تک؟۔۔" دکاندار نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"ارے بابا۔۔ وہ والی خاص۔۔" اس نے اوباشانہ انداز میں آنکھ ماری۔

"اوہ۔۔۔ نہیں۔۔۔ ہم ایسا کام نہیں کرتے۔۔" دکاندار نے اسے جھڑک دیا۔

"تم یہ سارے میوے لو لے۔۔۔ ایک فلم بس۔۔" وہ گھبرا گیا۔

"کہا نا میں ایسا کام نہیں کرتا۔۔ دفع ہو جاؤ۔۔۔" دکاندار نے باہر کی طرف اشارہ کیا۔

"دیکھو۔۔۔ مجھے فیضی نے بھیجا ہے۔۔۔ اس نے کہا ہے ریاض سے مل جائے گی۔۔ اس نے کہا تھا کہ تمہیں زیادہ پیسے دوں تو کام ہو جائے گا۔۔"

وہ زیادہ ہی سادہ طبیعت کا حوس پرست نظر آ رہا تھا۔

"فیضی کون؟۔۔" دکاندار، ریاض چونک گیا۔

"وہ جس کی تیسری گلی میں موبائلوں کی دکان ہے۔۔" اس نے ہاتھ سے ایسے اشارہ کیا جیسے فیضی کی دکان ہاتھ میں پکڑنے لگا ہو۔

"یہ مروائے گا مجھے۔۔ کتنے پیسے ہیں تمہارے پاس؟۔۔"

ریاض آگے جھکا، ریفرنس اور زیادہ پیسوں کا سن کر وہ نرم پڑ گیا تھا۔

"یہ دیکھو۔۔۔"

پھیری والے نے جیب سے دس دس کا ایک بنڈل نکالا۔

"بس ایک فلم۔۔ ہے نا؟۔۔"اس نے بنڈل پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ مگر۔۔۔" پھیری والے نے ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

"مگر کیا؟۔۔"ریاض رک گیا۔

"مجھے مقامی چاہیے۔۔۔"اس نے کہا تو ریاض اچھل پڑا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب؟۔۔ انٹرنیٹ سے کرو جو کرنا ہے۔۔"اس نے گڈی واپس دیتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"ارے انٹرنیٹ پہ تو کسی کام کی نہیں کوئی چیز۔۔۔ایک اور گڈی لے۔۔ مگر میری مرضی کی فلم دو۔۔"اس نے تیزی سے دوسری جیب سے گڈی نکالی اور کاؤنٹر پہ رکھ دی۔

"تمہارے پاس اتنے پیسے کہاں سے آ گئے؟۔۔"ریاض نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔

"اتنے پیسے تو ایک دن میں کمالیتا ہوں میوے بیچ کر۔ ایک ہزار ہے۔

میووں کی قیمت تو جانتے ہی تم۔۔بس مجھے شوق ہے جس کے لئے پچھلے دو ہفتوں سے پیسے جوڑ رہا ہوں۔۔"اس نے سینہ پھلا کر کہا۔

"اور گھر والوں کو دینے کی بجائے یہاں فلمیں خریدنے آ گئے ؟۔۔" اس نے پوچھا۔

"میرا چھوٹا بھائی ہی بس۔۔ کوئی مسئلہ نہیں۔۔ تم دے دو۔۔" اس نے جواب دیا۔

"تم باہر رکو۔۔۔ میں بلاتا ہوں تمہیں۔۔" ریاض نے کہا تو وہ سر ہلاتے ہوئے فوری باہر نکلا جیسے اپنے استاد کا کہا مان رہا ہو۔

وہ باہر شیڈ کے نیچے کھڑا بے چینی سے ہونٹ کاٹ رہا تھا اور بار بار اندر دیکھتا تھا، ریاض کسی سے فون پہ بات کر رہا تھا اور بہت غصے میں لگ رہا تھا۔۔

"اوئے۔۔۔ آ جاؤ اندر۔۔۔" اس نے آواز دی تو چھیری والا یوں دوڑا جیسا خیرات کا گوشت لینے لگا ہو۔

"کب ملے گی ؟۔۔" چھوٹتے ہی اس نے پوچھا۔

"بہت جلدی ہے تمہیں۔۔" ریاض جل کر بولا۔

"وہ۔۔وہ۔۔۔" وہ ہکلا گیا۔

"عمر دیکھو اور شوق۔۔۔ اسی وجہ سے شکل ایسی ہو گئی تمہاری۔۔" ریاض نے لگے ہاتھوں نصیحت کرنے کا فرض بھی ساتھ ساتھ ادا کرنا چاہا۔

"پرسوں شام کو لے جانا۔۔ مقامی اس طرح نہیں ملتی۔۔ بہت پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، اس طرح کی ایک اور گڈی لے کر آنا۔۔" اس نے دونوں گڈیاں اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ایک اور گڈی۔۔ مم۔۔۔ مگر میرے پاس یہی۔۔۔"

"یہ لے جاؤ واپس۔۔۔ رہنے دو۔۔۔"

ریاض نے اس کی بات کاٹی اور گڈیاں اس کے ہاتھ میں تھما دیں۔۔ وہ گڈیاں تھامے یوں کھڑا تھا جیسے ہسپتال میں ہو اور کوئی پیارا ICU میں، جس کے علاج کے لئے رقم کم پڑ رہی ہو۔

"بھائی۔۔ تمہاری مہربانی۔۔۔ میرے پاس اتنے ہی ہیں۔۔" اس نے گڈیاں ریاض کی طرف بڑھاتے ہوئے منت کی۔

"دفع ہو جاؤ۔۔ وقت ضائع مت کرو۔۔۔"

"مہربانی ہو گی تمہاری۔۔۔"

یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے کاؤنٹر میں گھسا اور دکاندار کے کچھ کہنے سے پہلے اس کے پاؤں پڑ گیا۔۔۔

"دد۔۔ دے دونا۔۔۔۔۔ نہیں تو میوے لے لو۔" اس نے منت کی۔

"اچھا اٹھو۔۔۔ اٹھو۔۔ شاباش۔۔ عجیب بندے ہو۔۔ ایک فلم کے لئے پاؤں پڑ گئے۔۔۔" اس نے دھتکارا تو وہ پیچھے ہٹ کر کاؤنٹر سے نکلا۔

اس نے گڈیاں ریاض کو دیں اور گٹھڑی کھولنے لگا۔

"رہنے دو میوے۔۔ کیا یاد کرو گے۔۔ ان دو گڈیوں میں ہی ایسا مال دوں گا کہ ہر ہفتے آؤ گے۔۔" ریاض مسکرایا تو پھیری والے نے تیزی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما اور احترام سے ہاتھ چومتے اور دعائیں دیتے گٹھڑی اٹھائی اور باہر نکل گیا۔ ریاض شاید اسے اپنے طریقے سے چیک کر رہا تھا بس۔

"دیکھتا گھٹیا فلمیں ہے اور دعائیں یوں دے رہا ہے جیسے کوئی پہنچی ہوئی ہستی ہو۔۔" ریاض نے سامنے لٹکا "آئینہ" دیکھتے ہوئے باہر نکلنے والے پھیری والے کو کوسا۔

میڈیا اس وقت کچن سنبھالے بیٹھا تھا، مرچ مصالحے کی ہر قسم موجود تھی۔ ہوٹل الجدید میں اداکارہ ثمر کی موت ایک معمہ بن گئی تھی، معلومات کے مطابق یہ موت بیک وقت خودکشی اور قتل، دونوں ہی محسوس ہو رہے تھے جس وجہ سے محکمہ پولیس زیرِ عتاب تھا۔

شوبز انڈسٹری سراپا احتجاج تھی کہ ثمر کو قتل کیا گیا ہے اور جان بوجھ کر اسے خودکشی کا رنگ دیا جا رہا ہے، دبے الفاظ میں یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ پولیس ناکامی کو چھپانے کے لئے اسے خودکشی کا رنگ دینے کی کوشش کر رہی ہے۔

اس سے بڑا افساد تب پیدا ہوا جب ایک جلسے کے بعد صداقت علی کا قتل ہوا تھا، صداقت علی، جو پروفیسر، سکالر، مذہبی رہنما تھے، اس پہ پہلے گولی چلائی گئی اور جب زخمی حالت میں اسے ایمبولنس میں ہسپتال کی طرف روانہ کیا گیا تو ایمبولنس ہی دھماکے سے اڑ گئی، صداقت علی کے علاوہ اس گاڑی میں چار سرکاری افراد بھی لقمہ اجل بن گئے تھے۔ اس معاملے میں بھی پولیس ہی زیرِ عتاب تھی، گواہان کے مطابق مقامی سیاستدان کے کہنے پہ صداقت علی کو ایمبولنس میں بھیجا گیا تھا، اس سیاستدان کو بھی نظر بند کرتے ہوئے تفتیش کا آغاز کر دیا گیا تھا۔

صداقت علی جس یونیورسٹی میں پروفیسر تھے، وہاں الگ محاذ گرم ہو رہا تھا، ایک طرف وہ طالبعلم جو انہیں پسند کرتے تھے، وہ صداقت علی کے قاتلوں کو سرعام پھانسی دلوانا چاہتے تھے، ایک طرف وہ طالبعلم تھے جو صداقت علی کے آخری بیان پہ سیخ پا تھے کہ انہوں نے دبے الفاظ میں اداکارہ ثمر کے حوالے سے منفی بات کی ہے اور اپنے بیان میں، سامعین کو پر تشدد رستہ اپنا کر زبردستی دوسروں پہ زبانی و عملی تنقید کا درس دیا ہے جو کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

یونیورسٹی میں اس دورخی سوچ کی وجہ سے گاہے بگاہے لڑائی ہونے لگی جس سے انتظامیہ پریشان تھی۔

مذہبی رہنماؤں کی طرف سے احتجاجی ریلیاں نکلنا شروع ہو گئیں تھی، انہیں جلد سے جلد صداقت علی کا قاتل چاہیے تھے، صداقت علی کے حق میں نکلنے والی ریلیوں میں اکثریت اس کے ہم جماعت لوگوں کی تھی لیکن دوسری جماعتوں سے بھی ایسے لوگ شامل تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ مشکل کی گھڑی میں سب کو ایک ہو جانا چاہیے۔

سب کچھ ظاہری طور پہ پر امن تھا، حکومت کی طرف سے ثمر کا کیس پولیس اور صداقت علی کا کیس تین اداروں کو سونپا گیا تھا، انٹیلی جنس بیورو (IB)، انسدادِ دہشت گردی فورس (ATF) اور پولیس۔۔۔ تینوں ادارے جانفشانی سے ان کیسز کو حل کرنے میں جٹے ہوئے تھے۔

کبیر اور عباس۔۔۔ دونوں کار میں موجود تھے ، ان کے انداز سے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔۔ عباس کے چہرے پہ بوریت دیکھی جا سکتی تھی، وہ اتنی دیر بے کار بیٹھنا، اور وہ بھی نگرانی کے لئے، پسند نہ کرتا تھا مگر ماسٹر زیرو۔۔۔ اسے خود پہ جبر کرنا پڑتا تھا، کبیر کن اکھیوں سے اسے دیکھ کر دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔

جب کبیر کی عباس کے ساتھ ٹیم بنائی جا رہی تھی تو ایک بار تو کبیر نے ساحر کی منت کی کہ مجھے معافی دو۔ اسے اپنے ساتھ ہی رکھو مگر ساحر نے اس کی ایک نہ سنی اور خود ثانیہ کے ساتھ نکل گیا۔ مرتا کیا نہ کرتا اسے عباس کے ساتھ آنا ہی پڑا مگر اسکی خوش قسمتی یہ تھی کہ نگرانی کے کام

کی وجہ سے عباس ویسے ہی اکتایا ہوا تھا اور منہ بھی بند ہی تھا مگر اتنی خاموشی کبیر سے بھی برداشت نہ ہو پا رہی تھی، خاموش تو وہ رہ لیتا تھا مگر جب عباس پاس ہو پھر بھی بندہ اگر خاموش رہے تو۔۔۔۔۔

"یہ جو تم ہر بات میں کہتے ہو کہ میری ماں کہتی تھی۔۔۔ اس کی کیا وجہ ہے؟۔۔" کبیر مسکرایا۔

"وہ دراصل۔ میری ماں کہتی تھی کہ ہر بات بتانی والی نہیں ہوتی۔" اس نے باہر دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اس وجہ سے تم نہیں بتاؤ گے؟۔۔"

"نہیں۔۔ اس وجہ سے کہ میری ماں نے ایک بات میرے باپ کو بتا دی۔۔ اس وجہ سے وہ بے چاری ماری گئی۔ اور میں مرنا نہیں چاہتا۔۔"

"حد ہے۔۔ ہر بار ایک نئی بات۔۔۔" کبیر نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"میری ماں کہتی تھی کہ حد۔۔۔۔"

"رہنے دو۔۔ رہنے دو۔۔۔" کبیر نے دونوں ہاتھوں سے اس یوں کہا جیسے عباس اس کی طرف بڑھ رہا ہو اور وہ اسے روک رہا ہو۔

"میں تو چُپ چاپ بیٹھا تھا۔۔ آپ نے ہی بات شروع کی۔۔" اس نے کہا۔

"چپ چاپ ہوتا ہے۔۔" کبیر ہنسا۔

"آپ کا 'چ' والی سائیڈ سے شروع ہوتا ہے، میرا 'پ' والی سائیڈ سے کیونکہ میری ماں۔۔۔۔"

"معذرت کہ میں نے تمہیں بولنے پہ مجبور کیا۔۔۔ مجھے معاف کرو۔۔ پلیز۔۔" کبیر قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

"میری ماں کہتی تھی کہ ہر بندے کو معاف مت کرنا، ماں میرے باپ کو زندگی بھر معاف کرتی آئی اس وجہ سے ماری گئی۔۔"

عباس کی آواز میں درد رو رہا تھا، اور کبیر بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"مجھے افسوس ہے دوست۔۔" کبیر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"میری ماں کہتی تھی کہ افسوس۔۔۔۔"

"یار۔۔۔۔ بس کرو۔۔۔ اوہ وہ نکل آیا۔۔"

کبیر نے پہلے اسے جھلا کر کہا اور پھر اس کی نظر سامنے ایک عمارت سے نکلتی ہوئی گاڑی پہ پڑی تو اس نے تیزی سے گاڑی سٹارٹ کی، عباس

چونک کر سیدھا ہو بیٹھا، اس کی نظریں سامنے والی گاڑی پہ تھیں اور آنکھوں میں چمک۔

کبیر نے کار آگے بڑھائی اور بہت احتیاط سے مطلوبہ گاڑی کا تعاقب شروع کر دیا۔ عباس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اڑ کر اگلی گاڑی میں گھسے اور اپنے شکار کو لے اڑے، لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ اس شکار کا کرنا کیا ہے۔۔ وہ بس اگلی گاڑی پہ یوں نظریں جمائے ہوئے تھے جیسے اس کا ڈرائیور عباس کا مقروض ہو۔

اگلی گاڑی شہر کے درمیان سے ہوتی ہوئی ساحل کی طرف بڑھنے لگی اور تقریباً بیس منٹ کے سفر کے بعد گاڑی ایک چھوٹے سے ہوٹل میں گھسی، کبیر بھی اپنی گاڑی اس کے پیچھے ہی اندر لے گیا، جب وہ پارکنگ میں پہنچے تو وہ گاڑی وہیں موجود تھی اور ڈرائیور غائب۔۔ وہ تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے، مرکزی ہال میں داخل ہو کر انہوں نے نظر گھما کر ہال کا جائزہ لیا، وہاں اکا دکا لوگ ہی بیٹھے تھے مگر ان کا شکار۔۔۔ جس کا حلیہ شاید وہ جانتے تھے، وہاں موجود نہ تھا۔

"اب؟۔۔۔" عباس نے کبیر کی طرف دیکھا۔

کبیر جواب دیئے بغیر استقبالیہ کاؤنٹر کی طرف بڑھا، عباس بھی پیچھے پیچھے تھا۔

"ہیلو۔۔" کبیر نے مسکرا کر کہا۔

"یس سر۔۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں؟۔۔" کاؤنٹر پہ موجود لڑکی بھی جواباََ مسکرائی۔

"ہوٹل کا عقبی دروازہ کس طرف ہے؟۔۔" کبیر نے پوچھا تو عباس نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا کہ یہ کیا سوال ہوا؟۔۔

"سوری سر۔۔ ہمارے ہوٹل کا ایک ہی دروازہ ہے۔۔"

"میرا ایک دوست یہاں آیا ہے، وہ نظر نہیں آرہا۔۔ اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"آپ مسٹر شعیب کی بات کر رہے ہیں؟۔۔ وہ تو ابھی ابھی باس کے دفتر میں گئے ہیں۔۔" لڑکی مسکرائی۔

"لگتا ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی۔۔ اس کا نام شعیب نہیں۔۔ میں آپ کو حلیہ بتاتا ہوں،۔۔۔" کبیر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی ایک حلیہ بتایا۔

"یہ مسٹر شعیب ہی ہیں۔۔ مینجر کے دوست ہیں اور ہمارے ہوٹل میں ہی رہائش پذیر ہیں کافی دنوں سے، کمرہ نمبر چار۔۔۔" اس نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر ہو سکتا ہے مجھے غلط فہمی ہوئی ہو، ہو سکتا ہے شکل ملتی جلتی ہو، میرا دوست کا نام پاشا ہے، سڑک پہ شعیب صاحب کی گاڑی مڑتے دیکھی اور ایک جھلک میں یوں ہی لگا کہ وہ پاشا ہے۔۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو بے جا تکلیف دی۔۔ آئی ایم رئیلی سوری۔۔" کبیر نے کہا۔

"کوئی بات نہیں سر۔۔۔" لڑکی مسکرائی۔

"کیا ہمیں ایک کمرہ مل سکتا ہے؟ دو سنگل بیڈز کے ساتھ۔۔" کبیر نے پوچھا۔

"کیوں نہیں سر۔۔ تین کمرے خالی ہیں۔۔" لڑکی نے جواب دیا۔

"ہمیں کمرہ نمبر چھ دے دیجئے۔۔" کبیر نے ایک طرف موجود بورڈ پہ کمرہ نمبر کے حساب سے لٹکی چابیاں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ضرور سر۔۔ اپنے کاغذات دے دیجئے۔۔۔" لڑکی نے رجسٹر نکالتے

ہوئے کہا۔

"کاغذات تو ہمارے پچھلے ہوٹل میں پڑے ہیں، کمرہ دکھا دیں پھر سامان اور کاغذات بھی آجائیں گے۔۔ آپ ایڈوانس بتا دیں۔۔" کبیر نے جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"اٹس اوکے سر۔۔ جب اندراج ہو گا تبھی ایڈوانس لیا جائے گا۔۔ کمرہ آپ کو چیک کروا دیا جاتا ہے۔۔" لڑکی نے کسی کو آواز دیتے ہوئے کہا۔

اگلے لمحے کبیر اور عباس، ایک ویٹر کی رہنمائی میں دوسرے فلور کی طرف بڑھ رہے تھے۔

کیپٹن جمال اور خرم تیز تیز قدم اٹھاتے عمارت میں گھستے چلے گئے۔ دونوں کے چہرے بدلے ہوئے تھے یہاں تک کہ جمال نے سیاہ بالوں والی وگ بھی پہن رکھی تھی، جانے کیوں وہ اتنی احتیاط برت رہے تھے۔ کمرے کے باہر انسپکٹر کی تختی دیکھ کر وہ سر ہلاتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ کمرے کے درمیان میں پرانی میز رکھی تھی جس کے پیچھے لکڑی کی پرانی ریوالونگ چیئر پہ پرانا (پیٹ گواہی دے رہا تھا) انسپکٹر، جس نے قدموں کی آہٹ سن کر سر اٹھایا تھا، بیٹھا ہوا تھا۔

"جی؟۔۔۔" اس نے شہری بابو دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

"ہم آئی بی سے ہیں، احسن چوہدری سے تفتیش کے لئے آئے ہیں۔" جمال نے قدرے بدلی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"اوہ۔۔ انٹیلی جنس سے۔۔" اس نے سر سے پیر تک ان کو دیکھا۔

"جی۔ اگر آپ کی سکیننگ ختم ہو گئی ہو تو چلیں؟۔۔" خرم نے منہ بنایا۔

"اجی ابھی کہاں۔۔ کوئی کارٹ شاٹ۔۔؟۔۔ آخر قانونی کاروائی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔۔" اس نے لفظ "کارڈ" کی درگت بنائی۔

"جی بالکل۔۔ یہ لیں کارڈز۔۔" جمال نے خرم کو اشارہ کیا تو خرم نے جیب سے کارڈ نکالا اور جمال سے بھی کارڈ پکڑ کر انسپکٹر کے سامنے رکھا۔

"اوہ۔۔۔۔ آپ تو واقعی اپھسر ہیں۔۔ (افسر ہیں)۔۔ماف کیجیے گا۔۔ یہ معاملہ حساس ہے تو میڈیا والے بھی بہروپیے بن کر اندر گھس جاتے ہیں۔۔" اس نے صفائی دی۔۔۔ اب وہ اٹھ کھڑا ہو گیا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔۔ جلدی چلیں۔۔۔" جمال نے گھڑی کی طرف دیکھا اور اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صاحب۔۔ بیٹھئے نا۔۔۔ اب یہاں آ ہی گئے ہیں اتنی دور سے تو چائے تو بنتی ہے۔۔ چائے کے بغیر تو زندگی تسمے کے بغیر بوٹ ہے۔۔" اس نے بات بڑھائی۔

"بات تو آپ کی سچ ہے ۔۔ مگر ہم ہر روز تسمے والے جوتے نہیں پہنتے۔۔ چلیں۔۔ پلیز۔۔" جمال نے درشت لہجے میں کہا۔

"صاحب ۔۔ آپ تشریف رکھیں، میں قیدی کو تفتیشی کمرے میں شفٹ کرلوں۔۔" اس نے باہر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"انسپکٹر صاحب۔۔ آپ کو علم تھا کہ ہم اس وقت پہنچ جائیں گے، آپ جان بوجھ کر ہمارا وقت برباد کر رہے ہیں۔۔ اب تک سب انتظامات ہو جانے چاہییں تھے۔۔" خرم نے تلخ لہجے میں کہا۔

"صاحب۔۔ یہاں زندگی اتنی رفتار اور بروقت نہیں چلتی، چیزوں کو وقت لگتا ہے مگر آپ بھی یاد رکھیں کہ میں بھی سرکاری ملازم ہوں، صفائی کرنے والا نہیں۔" مسکراتے ہوئے اس نے بات شروع کی تھی اور سخت نظر پہ بات ختم ہوئی۔

"میں معذرت خواہ ہوں، میرا ساتھی ذرا جذباتی ہے، آپ انتظام کریں، ہم انتظار کرتے ہیں۔۔"

جمال نے نرم لہجے میں کہا تو خرم نے ہونٹ بھینچ لیے۔ انسپکٹر مسکراتا ہوا باہر نکل گیا۔

"باس۔۔۔۔"

"میں سمجھتا ہوں جاوید۔۔ تمہارے بھائی کی شادی ہے اور تمہیں یہاں سے جلدی نکلنے کی جلدی ہے لیکن ان کی بھی مجبوری سمجھو۔ سرکاری معاملات میں وقت تو لگتا ہی ہے۔۔" جمال نے فوری اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا تو خرم نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"سوری باس۔۔ میں کچھ زیادہ ہی بول گیا۔" خرم نے لہجے میں شرمندگی کی ملاوٹ کرتے ہوئے کہا۔

"خیر ہے۔۔۔ انسپکٹر صاحب سے معذرت کر لینا۔۔" جمال نے اس کے کندھے پہ تھپکی دیتے ہوئے آنکھ ماری اور دونوں کرسیوں کی طرف بڑھ گئے۔

انہیں باتیں کرتے ہوئے دس منٹ گزر گئے، اگرچہ جمال بھی اس دیر کی وجہ سے شک میں پڑ چکا تھا مگر وہ حالات کے مطابق چلنا چاہ رہا تھا کہ شروعات میں ہی کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے، وہ معاملات کو کچھ نہ کچھ سمجھ کر ہی حرکت میں آنا چاہتا تھا۔

"سوری صاحب جی۔۔ ملزم نہار رہا تھا اس لئے دیر ہو گئی۔۔" انسپکٹر نے اندر داخل ہوتے ہی مسکرا کر کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ چلیں؟۔۔"

جمال نے کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ورنہ وہ جس ادارے سے تھے، چٹکی بجاتے سب کو سیدھا کر سکتے تھے مگر وہ چپ رہا۔

"آئیں صاحب۔۔۔" انسپکٹر مڑا اور وہ اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لئے۔

""اوہ۔۔ میں چائے تو بھول ہی گیا۔۔۔"

انسپکٹر نے ماتھے پہ یوں ہاتھ مارا جیسے اس کا موبائل بیوی کے پاس رہ گیا ہو۔۔ اور وہ بھی بغیر پاسورڈ کے۔

"کوئی بات نہیں۔ کام کے بوجھ اور ذمہ داری کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔" جمال نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

انسپکٹر اس کے لہجے میں طنز محسوس نہ کر سکا۔

"بالکل صاحب۔۔ اب احسن چوہدری کو ہی لے لیجئے۔ بھلا علاقے کے ایسے سیاستدان کو اٹھا لانا، وہ بھی بغیر قانونی جواز کے، کتنا بڑا کام ہے۔ جبکہ انہوں نے محض ہمدردی کی بنا پہ کہا تھا کہ صداقت صاحب کو ایمبولنس میں لے جاؤ۔۔" انسپکٹر نے کہا۔

"سمجھتا ہوں انسپکٹر صاحب۔۔ کیا کریں ۔۔ کاغذی کاروائی بھی تو ضروری ہے۔۔" جمال نے اسے آنکھ ماری۔

"جی جی بالکل۔۔ ضرور کریں کاروائی۔۔" انسپکٹر کو اس کے آنکھ مارنے میں اپنائیت محسوس ہوئی۔

"یہ کمرہ ہے صاحب۔۔۔" اس نے ایک کمرے کے ساتھ رک کر اشارہ کیا۔

"اوکے۔۔ چائے یہیں بھجوا دیں۔۔ اور ہم اکیلے ہی پوچھ گچھ کریں گے۔۔" جمال نے کہا اور جواب سنے بغیر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا، خرم بھی اس کے پیچھے داخل ہوا اور فوری اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔

کمرہ پرانے پینٹ کی وجہ سے کافی ڈراؤنا محسوس ہو رہا تھا اوپر سے ہلکی طاقت کا زرد بلب۔۔۔ بلب یرقانی قسم کا تھا۔۔ بلب کے عین نیچے چکور میز۔۔ جس کی ایک طرف شاہانہ مونچھوں کے پیچھے چھپا سرد۔۔ تازہ شیو کیا ہوا چہرہ اور تیز چمک والی آنکھیں۔۔ وہ کوئی عام سیاستدان محسوس نہ ہو رہا تھا۔۔ مقامی لباس، شلوار قمیض اور تازہ استری

۔۔ گواہی دے رہی تھی کہ وہ ملزم نہیں۔۔ قانون دان ہے۔۔ اس کے سامنے، میز کی دوسری جانب دو کرسیاں موجود تھیں، جمال ایک کرسی پہ بیٹھا اور خرم دوسری پہ۔

"مسٹر احسن۔۔ کیسے ہیں آپ؟۔۔" جمال مسکرایا۔

"خوش باش۔۔۔ آپ کیسے ہیں آفیسر؟۔۔" وہ خوشدلی سے غرایا۔

"خوش باش۔۔۔ بغیر وقت ضائع کیے اصل بات پہ آتا ہوں، آپ نے انسانیت کے ناطے سکالر۔۔۔ صداقت علی کو ایمبولنس میں لے جانے کا کہا تھا، میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟۔۔" جمال نے پوچھا۔

"بالکل۔۔۔ بھلا سرکاری افسر کیسے غلط بات کر سکتا ہے۔۔" وہ مسکرا کر میز پہ جھکا۔

"گولی کس نے چلائی تھی؟۔۔ کیا آپ نے کسی کو دیکھا؟۔۔ آپ سٹیج پہ صداقت علی کے بہت قریب تھے اور سامنے موجود لوگوں کی قطار پہ نظر بھی تھی شاید آپ کی۔۔؟۔۔"

"اس وقت صداقت علی جانے کی تیاری میں تھے، میں واقعی ان کے قریب تھا مگر میری نظر صرف ان پہ تھی، لوگوں پہ نہیں۔۔"

"جب انہیں گولی لگی، وہ آپ ہی سے گلے ملنے والے تھے، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ گولی آپ کے نام چلائی گئی ہو؟۔۔" جمال نے پوچھا۔

"میرے دشمن تو بہت ہیں مگر اس طرح کھلے عام کوئی حماقت نہیں کر سکتا۔۔"

"ایسا ہو سکتا ہے کہ گولی آپ کے نام کی ہی ہو۔۔ ایمبولنس بھی آپ کے لئے ہی تیار رکھی گئی ہو مگر آپ کی جگہ اس میں سکالر صاحب پہنچ گئے۔۔" جمال نے کہا۔

"قتل کرنے والے اتنے بچے نہیں ہوتے کہ غلط آدمی کو ماردیں۔۔" وہ طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

"گڈ۔۔ میں یہی سننا چاہتا تھا، ویسے میں خود بھی اتنی سمجھ رکھتا ہوں۔" جمال مسکرایا تو احسن چونک کر پیچھے کو سیدھا ہوا اور سوچ میں ڈوبا جیسے سوچ رہا ہو کہ کچھ غلط تو نہیں بول دیا۔۔ جمال اور خرم اسی پہ نظریں مرکوز کئے ہوئے تھے۔

"میں سمجھا نہیں۔۔۔" اس نے کہا۔

"یہی کہ قتل پوری پلاننگ سے ہوا ہے، گولی غلطی سے صداقت علی کے بازو پہ نہیں لگی، دشمن چاہتا ہی ایسا تھا کہ گولی لگی، بھگدڑ مچے، صداقت علی ایمبولنس میں پہنچے، ہجوم میں ایمبولنس پھٹے اور صداقت علی کے ساتھ ساتھ اور لوگ بھی مریں جس سے خوف و ہراس پیدا ہو۔۔" جمال نے کہا۔

"آپ کی بات دل کو لگتی ہے جناب۔۔ لیکن اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں۔۔" احسن نے کہا۔

"وہ دیکھنا پڑے گا۔۔ ہم آپ کی طرف سے مطمن نہیں۔۔ پوسٹمارٹم اور دیگر رپورٹس کے آنے تک کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن آپ علاقے سے باہر نہیں جائیں گے، اگر آپ نے ایسی کوشش کی تو ہم گرفتار کر کے دارالحکومت لے جائیں گے۔" جمال نے کہا۔

"صاحب۔۔ شیر اپنے علاقے سے کہیں نہیں جاتا نہ اسے کوئی لے جا سکتا ہے۔۔" اس نے ہتھکڑی لگے ہاتھ کو بلند کر انگلیوں سے مونچھوں کو تاؤ دیا۔

"اور وہ شیر آپ نہیں۔۔ کوئی اور ہے۔۔" جمال نے سرد لہجے میں کہا اور اٹھ کر باہر کی طرف لپکا۔۔۔ خرم اس کے پیچھے تھا۔۔

"کوئی؟۔۔"

"شش۔۔ سب کچھ مشکوک۔۔" جمال نے سرگوشی کی اور وہ باہر کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

اندھیرا گہرا ہوتا چلا جارہا تھا، اس نے انگڑائی لی اور دکان بند کرنے میں مصروف ہو گیا۔ مصروفیت کیا ہونی تھی، باہر سے ایک چھوٹا سا سائن بورڈ اٹھایا جو سڑک میں اس کی حصہ داری کی علامت بنا رہتا تھا۔ بورڈ اندر رکھ کر اس نے لائٹیں بند کرتے ہوئے *MAiN SWITCH* بھی بند کیا اور ضروری سامان اٹھاتے ہوئے تالے اٹھائے باہر کو لپکا۔

شٹر گرا کر تالے لگائے اور پیدل ہی ایک طرف کو بڑھ گیا، تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ ایک بہت بڑی پارکنگ میں پہنچا اور پارکنگ بوائے کا حال چال پوچھتے ہوئے اپنی پھٹیچر سے موٹر سائیکل سیدھی کرکے ہاتھ سے ہی اس کی سیٹ صاف کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے حکومت

کو گالی دی جس کی وجہ سے ہوا گرد آلود ہی رہتی تھی، موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور گھر کی طرف چل دیا۔

مختلف سڑکوں سے گزرتے، آنکھیں سینکتے بیس سے پچیس منٹ کے بعد وہ ایک متوسط درجے کی کالونی میں داخل ہوا۔ گلیوں میں داخل ہو جانے کی وجہ سے موٹر سائیکل کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ ایک گلی مڑتے ہی اسے اچانک بریک لگانی پڑی کیونکہ موٹر سائیکل کی لائٹ کی روشنی میں اسے اپنی طرف دوڑتا کچھ دکھائی دیا۔

اس نے ریس بڑھائی اور موٹر سائیکل کی لائٹ زیادہ روشن ہوئی، سامنے ایک لڑکی کھڑی ہانپ رہی تھی۔۔

"کون ہو تم؟۔۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ۔۔۔ مم۔۔ وہ۔۔" لڑکی نے جھٹکا دے کر بال پیچھے کرتے ہوئے کہا اور وہ موٹر سائیکل سے گرتے گرتے بچا۔۔ اب اسے سمجھ آئی کہ آج چاند آسمان پہ کیوں نہ نکلا۔۔ وہ تو سامنے کھڑا تھا۔۔ زمین پہ۔۔ اس کی نظروں کے سامنے۔

اتنی دیر میں دور سے ٹارچ کی روشنی نظر آئی اور روشنی کی حرکت سے ظاہر تھا کہ ٹارچ والا جو بھی تھا، وہ بھاگ رہا تھا۔

"وہ۔۔ مم۔۔ مار۔۔ قتل کر۔۔" وہ روتے ہوئے بولی۔۔

"میرے پیچھے بیٹھو۔۔ جلدی کرو۔۔۔"

اس کے اندر کا مرد جاگ گیا اور اس نے کک ماری۔۔ مگر پاؤں تو مرد نہیں ہوتا۔۔ وہ کک سے پھسل بھی جاتا ہے اور یوں ہی ہوا۔۔ یوں پھسلا کہ اس کے پاؤں کو شدید درد ہوا اور اس کے منہ سے غیر مردانہ چیخ نکلی۔۔ "تیری۔۔۔" اور پھر وہ لڑکی کی وجہ سے چپ کر گیا۔

"جلدی کرو۔۔۔" اس نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا لڑکی پہ رعب جمایا اور دوبارہ کک ماری۔۔ اس بار موٹر سائیکل سٹارٹ ہو گئی۔۔ لڑکی جھجکتی ہوئی اس کی طرف بڑھی۔

"جلدی بیٹھو۔۔۔"

وہ غرایا اور لڑکی جھٹکے سے آگے بڑھ کر اس کے پیچھے بیٹھ گئی مگر وہ اتنے فاصلے پہ بیٹھی کہ۔۔ جیسے وہ بیٹھی ہی نہ تھی اور دکاندار کو اس حرکت پہ بہت افسوس ہوا۔

اس نے تیزی سے موٹر سائیکل دوسری گلی میں موڑی اور اس کی رفتار بڑھا دی۔۔ رستے میں جتنی بار بھی بریک لگی یا رفتار اچانک کم ہوئی، لڑکی اس سے نہ ٹکرائی اور وہ کبھی کبھی اپنا شک مٹانے کو مڑ کر دیکھتا کہ وہ پیچھے بیٹھی بھی ہے یا نہیں۔ اور لڑکی دیکھ کر دل کو کچھ سکون مل جاتا۔

دس منٹ کی مسافت کے بعد موٹر سائیکل کالونی سے نکل کر اس کے عقب میں موجود آبادی میں داخل ہو چکی تھی اور تنگ گلیوں میں اس کی رفتار اور بھی کم ہو گئی۔ کچھ دیر بعد موٹر سائیکل ایک چھوٹے سے مکان کے سامنے رکی۔

"اترو۔۔ڈرنے کی ضرورت نہیں۔۔اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔۔" اس نے مردانہ سخاوت سے لبریز لہجے میں کہا۔

لڑکی خاموشی سے اتر کر ایک طرف کھڑی ہو گئی، دکاندار نے بھی اتر کر درازے کا تالا کھولا اور موٹر سائیکل گھسیٹ کر اندر لے گیا۔۔

"آجاؤ اب تم بھی۔۔" اس نے مڑ کر لڑکی سے کہا۔

"مم۔۔میں کیسے۔۔۔" وہ ہکلائی۔

"اتنا تو یقین کرنا ہی چاہیے اب۔۔" اس نے بے بسی سے کہا۔

لڑکی سر جھکائے اندر داخل ہوئی۔ دکاندار نے مڑ کر دروازہ اندر سے بند کیا اور جیب سے موبائل نکال کر اس کی لائٹ آن کر اندر کی طرف بڑھا، لڑکی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

کمرے کا تالا کھول کر اس نے دیوار پہ موجود بورڈ پہ ہاتھ مار کر ایک بٹن دبایا اور چٹک کے ساتھ کمرہ روشنی سے بھر گیا۔

"آجاؤ۔۔۔"

اس نے دھڑکتے دل پہ قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ لڑکی کی ایک جھلک وہ دیکھ چکا تھا، وہ مڑ کر اسے دیکھنا بھی چاہتا تھا اور نہیں بھی۔

"تم بیٹھو۔۔ میں پانی لاتا ہوں۔۔" کہتے ہوئے وہ باہر نکل گیا۔

لڑکی خاموشی سے سر جھکا کر لکڑی کی کرسی پہ بیٹھ گئی۔۔

وہ لمبے بالوں والی اپسرہ تھی جس کا حسن چاند کو روشنی خیرات دیتا تھا۔۔ اور معصومیت۔۔ ہرنی کی بچی جیسی۔۔۔

"یہ لو پانی۔۔۔"

وہ اس کے سامنے کھڑا کہہ رہا تھا۔ اس نے سر اٹھایا اور گلاس پکڑا۔۔ ادھر دکاندار کی دنیا اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔۔ روشنی میں لڑکی کو دیکھتے ہی وہ گم سم کھڑا رہ گیا۔

"گلاس لیجیئے۔۔۔" اس کے کانوں میں کسی نے رس گھولا تو اس نے جھر جھری لی۔

"اوہ۔۔ سوری۔۔ آپ کچھ کھائیں گی؟۔۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ یہ سب کچھ کھانا کھانے کے بعد ہی ہوا۔۔۔" لڑکی نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"کون تھا وہ؟" وہ ایک طرف موجود لکڑی کی کرسی پہ ٹکتے ہوئے بولا۔

"میرا پہلا پیار۔۔ میرے لئے روح تھا وہ میری اور میں اس کے لئے۔۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور دکاندار بوکھلا گیا۔۔۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا جیسے کسی کو مدد کے لئے بلا رہا ہو۔۔ خود وہ ہاتھ لگا کر اس کے حسن کو گرہن لگانا نہیں چاہتا تھا۔۔

"مم۔۔ میں پانی لاتا ہوں۔۔ اور پانی۔۔" کہتے ہوئے وہ تیزی سے باہر

نکل گیا۔۔

چھوٹے سے کچن میں پہنچتے ہی وہ تیز تیز سانس لینے لگا۔۔ اور تھوڑی دیر بعد جب وہ نارمل ہوا تو دیوار سے ٹیک لگا کر سوچ میں ڈوب گیا۔

"نہیں ریاض۔۔ اخیر لڑکی ہے۔۔ پاس رکھ۔۔" وہ بڑبڑایا۔

"مگر۔۔۔ پیسے۔۔۔ دولت سے ایسی ہزاروں خریدی جا سکتی ہیں۔۔ مجھے کیا ضرورت ہے مستقل درد سر بنانے کی۔۔" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔

"کم بخت کا حسن، دین ایمان لے اڑتا ہے۔۔ باز آ جا ریاضے۔۔" اس نے خود کو تھپڑ مارا۔۔ اور پانی بھرنے کے لئے کولر کی طرف مڑا۔

"ایسی لڑکی بار بار نہیں ملتی یار۔۔۔" وہ جیسے کسی کشمکش میں پھنسا ہوا تھا۔

"ارے واہ۔۔ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔۔ اگر ایسی لڑکی بار بار نہیں ملتی تو نایاب چیز ہوئی نا۔۔۔ اور نایاب چیز کے دام بھی نایاب۔۔۔" اس نے قلقاری ماری۔۔

وہ اس معصوم لڑکی کے معصوم مگر فتنہ انگیز حسن کے سحر سے نکل رہا تھا اور گلاس بھر کر اس کمرے تک پہنچتے ہوئے وہ پکا دکاندار بن چکا تھا۔

وہ شام ہوتے ہی ساحل سمندر کی طرف چل دیا تھا، وہ اسی ساحل پہ تھا جب گرین سروس کی پہلی اینٹ لگائی گئی تھی، ناسور۔۔۔ اس کیس میں ان تینوں نے مل کر ایک معاشرتی و ملکی ناسور کا خاتمہ کیا تھا۔ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ بہت خوبصورت ہوٹل، ریستوران اور کیفے تھے جہاں ہر وقت ہجوم لگا ہی رہتا تھا۔ اس نے اس بار گاڑی کی بجائے موٹر سائیکل کو ترجیح دی تھی اور ہلکی آواز والی موٹر سائیکل پہ بدلے ہوئے چہرے کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا، نہ صرف چہرہ بدلا گیا تھا بلکہ اس بار ایک ٹانگ پہ ایسا میک اپ کیا گیا تھا جیسے بہت تشدد کیا گیا ہو اس

ٹانگ پہ۔۔۔ کراہت آمیز زخم۔۔ اس میک اپ پہ پلاسٹک سے پیکنگ کی گئی تھی تا کہ کپڑے خراب نہ ہوں۔

وہ جانتا تھا کہ پچھلے کچھ دن اس نے مسٹر بی کے روپ میں گزارے ہیں اور اس روپ میں وہ جہاں جہاں گیا تھا، اس کی دھندلی تصویر اس کے ذہن میں تھی۔ اس وقت بھی ایسی ہی ایک حویلی سی ہاؤس، کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں مسٹر بی نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ مل کر حملہ کیا تھا اور جہاں سے دانش اور اس کی فیملی کو برآمد کیا گیا تھا، مسٹر بی کے ہی روپ میں وہ وہاں لاش بنا پڑا رہا تاکہ اگر کوئی آئے تو اس کے ذریعے آگے بڑھا جا سکے، اس کی یہ چال کامیاب رہی اور وہاں کچھ لوگ (شانی گروپ) عمارت کے اندر سے نکل آیا جیسے زمین سے تیل نکلا ہو۔

وہ تب تک لاش ہی رہا جب تک شانی گروپ نے سمندر میں لاشیں پھینکنا شروع نہ کر دیں، اور تبھی وہ ان پہ چڑھ دوڑا۔ بے خبر اور مطمن افراد کو چھاپ لینا اس کے لئے کوئی بڑا کام نہ تھا۔ وہاں سے شانی سے ملنے والی معلومات کی بنیاد پہ وہ اس جگہ پہنچا جہاں مسٹر بی کے ماتحت اور ثانیہ موجود تھی۔

پچھلے دنوں جب اچانک مسٹر بی کا روپ اس پہ طاری ہوا، ہر طرف سے

تابڑتوڑ اس کے آس پاس حملے شروع ہوئے اور اس کے نام پہ قتل عام بھی ہوا، دشمن جو بھی تھا ٹکر کا تھا جس نے روپ سنگھ کا روپ دھار کر تگنی کا ناچ نچایا مگر وہ بھی مسٹر بی تھا۔ جس نے نقلی روپ سنگھ کو گھیرنے کا پلان بنایا اور لارڈ کی مدد سے ثانیہ کو چارہ بنا کر نقلی روپ سنگھ کے خفیہ مگر چھوٹے سے سیف ہاؤس بھیجا، ساتھ ہی اس نے رضی اینڈ گروپ کو ثانیہ کی نگرانی پہ بھیج دیا اور حکم دیا کہ ثانیہ کی حفاظت کی جائے اور خود بھی شانی کے روپ میں وہاں پہنچ گیا مگر برے نصیب۔۔۔ ثانیہ نے گولی چلادی اور دشمن بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

اب تک اس کے سامنے تین ایسے لوگ آچکے تھے جنھوں نے اپنی ذہانت یا خوش قسمتی سے اسے چکر دیا تھا، نارمن، جو کہ سلیٹ اس کے لئے دلچسپ ناول بلیگ ملاحظہ فرمائیں۔ کا ایجنٹ تھا اور اسے ساحر نے زندہ چھوڑ دیا تھا۔

جندل، جو کہ انسانی لاشیں اس کے لئے دلچسپ ناول پراسرار لاشیں ملاحظہ فرمائیں کھانے والے ایک گروہ کا سربراہ تھا، وہ بھی عین وقت پہ کبیر، جمال اور زوبی کی آمد پہ نکلنے میں کامیاب ہو گیا اور تیسرا۔۔۔ نقلی روپ سنگھ اس کے لئے دلچسپ ناول مسٹر بی ملاحظہ فرمائیں ۔۔ جس کی اصل شخصیت اور نام سے بھی وہ ناواقف تھا۔ اب اس کی تلاش یہ تیسرا شخص، یعنی نقلی روپ سنگھ تھا۔

حویلی سے تھوڑا دور اس نے موٹر سائیکل روک کر ایک طرف چھوٹے سے ریت کے ٹیلے کے ساتھ ہی لٹا دی۔۔ اندھیرا ویسے بھی پھیل رہا تھا اور اس طرف کسی عام انسان کی آمد متوقع نہ تھی، اگر کوئی آ بھی جاتا تو جب تک وہ موٹر سائیکل سے ٹکراتا نہ، اسے پتہ بھی نہ چلتا کہ وہاں کوئی مشین خراٹے لے رہی ہے۔ موٹر سائیکل کو سلا کر وہ آگے بڑھنے لگا۔ اس کے انداز میں لاپرواہی کے باوجود احتیاط نظر آ رہی تھی۔

پیدل چلتے چلتے، تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ حویلی کی دیوار کے ساتھ کھڑا تھا، دیواریں کافی اونچی تھیں یہ بات وہ پچھلی بار سے جانتا تھا اس وجہ سے اس نے انوکھا ہی منصوبہ بنایا۔۔ وہ دیوار کے ساتھ چلتے ہوئے حویلی کے گیٹ کے پاس پہنچا اور گیٹ سے کان لگا کر سُن گن لی۔ کافی دیر تک جب دوسری طرف سے کوئی آواز نہ آئی تو اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گیٹ کے بیرونی کنڈے کو اچھل کر پکڑا اس اپنا جسم اوپر کھینچتے ہوئے گیٹ پہ چڑھنے لگا۔ جہازی سائز کے گیٹ کے کنڈے پہ کھڑے ہو کر اس نے ہاتھ بلند کئے تو گیٹ کا اوپری کنارہ ہاتھ میں آ گیا، اس نے دوبارہ جسم کو اوپر کھینچا جیسے بچے دیوار سے لٹک کر چوری چوری کسی کو دیکھتے ہیں، وہ وہی کر رہا تھا۔

حویلی میں جابجا روشنیاں تو آنکھ مچولی میں مصروف تھیں مگر کوئی ذی روح نظر نہ آرہا تھا، اسے یقین تھا کہ حویلی خالی نہیں اور حویلی کے باسی اب چوکنا بھی ہوں کیونکہ مسٹر بی، شانی کے روپ میں ان سے ایک بار ٹکرا چکا تھا، اور شانی کے روپ میں ہونے کا مطلب تھا کہ مسٹر بی پہ حویلی کا راز بھی کھل چکا ہو گا۔۔ اور مسٹر بی کے آدمی یا وہ خود حویلی پہ حملہ کر سکتے ہیں۔ چاہے وہ لوگ مسٹر بی کے منتظر ہوں پھر بھی اسے رسک تو لینا ہی تھا کیونکہ وہ دشمن کو چھوڑنے کے حق میں نہیں تھا۔

وہ گیٹ پہ چڑھتے ہوئے، لٹک کر پوری احتیاط سے کودا اس کے باوجود تھوڑی سے گیٹ ہلنے کی آواز ضرور پیدا ہوئی۔ وہ دوسری طرف کودتے ہی پنجوں کے بل دوڑتا ہوا گیٹ سے دور ہٹتا چلا گیا۔۔ اور دبک رہا۔۔ لیکن جب کافی دیر وہاں کوئی بھی آیا تو وہ بہت حیران ہوا اور اسی حیرت کے ساتھ لان میں تاریکی کا فائدہ اٹھاتے، روشنی سے بچتے عمارت کی طرف بڑھا۔

عمارت کا مرکزی دروازہ اندر سے بند دیکھ کر اس نے یوں سر ہلایا جیسے سمجھ گیا کہ باہر ویرانی کیوں ہے۔ سکیورٹی شاید اندر حفاظت پہ مامور تھی، اس نے گھوم کر عمارت کا جائزہ لیا مگر کوئی کھڑکی کھلی نہ پا کر سوچ

میں ڈوب گیا۔ اور پھر دوبارہ مرکزی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ تھوڑا پیچھے ہٹ کر دروازے سے ٹکرایا اور پھر اس کے منہ سے یوں آوازیں نکلنے لگیں جیسے دو بلیاں کتوں کی طرح لڑ پڑی ہوں اور بار بار وہ تھوڑی دیر بعد دروازہ سے ٹکراتا یا پاؤں سے ٹھوکر مار دیتا۔

"کیا ہو گیا حرامزادیوں۔۔۔"

اندر سے نشے میں ڈوبی آواز سنائی دی تو وہ مسکرایا اور دوبارہ دروازے ٹکرایا۔۔ یہ اس کا پرانا انداز تھا۔

دھماکے سے دروازہ کھلا اور ساتھ ہی شرابی کا منہ اور زبان دانتوں کی قید سے آزاد ہوتے ہی اندر کی گندگی باہر نکلنے لگی اور وہ چپ چاپ ایک طرف دیوار سے لگا سنتا رہا۔ جب شرابی کی زبان منہ سے زیادہ باہر نکل کر لہرانے لگی تو شرابی خود بھی دروازے سے نکل کر کھڑا ہوا، اس کے پیچھے سے ساحر کھسک کر اندر گھس گیا اور پنجوں کے بل تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

اس کی تیز رفتاری اور اعتماد سے آگے بڑھنا ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اس عمارت کے ہر راز سے واقف ہے، جلد ہی وہ سٹور روم پہنچ گیا اور فرنیچر

کو گھورتے، ٹائلیں گنتے وہ ایک جگہ پہ رکا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پلاسٹک کی انگلی اور انگوٹھا نکالا جو آپس میں جڑے ہوئے تھے اور پھر اس انگوٹھے کو ایک ٹائل کے کونے میں یوں رکھا جیسے شناختی کارڈ بنوانے کے لئے فنگر پرنٹ لئے جاتے ہیں۔

اسی وقت، اسی کونے میں ایک چھوٹا سا پینل ظاہر ہوا اور ساحر نے اسی انگوٹھے کی مدد سے کوڈ لگایا، زوں کی آواز کے ساتھ ٹائلیں اپنی جگہ سے حرکت میں آئیں اور ایک ڈھکن کی طرح اوپر اٹھنے لگیں۔ یہ دیکھ کر اس کے چہرے پہ چمک ابھری اور وہ کھڑا ہوا، دیوار کے ساتھ موجود آکسیجن سلنڈر، جو کہ تعداد میں چار تھے (یہ سلنڈر شانی اور اس کے ساتھی ساتھ لے کر آئے تھے) ان میں سے ایک سلنڈر پشت پہ لادا اور ماسک منہ پہ سیٹ کرنے لگا۔ (یہ فنگر پرنٹ والا نمونہ وہ شانی کی انگلیوں کے نشانات لے کر بہت پہلے تیار کر چکا تھا۔۔ جب شانی سے اسے عمارت کا خفیہ دروازے کے بارے میں پتہ چلا تو یہ سب اس نے فوری پلان کر لیا تھا۔) اس نے تیزی سے ٹانگ کے میک اپ پہ موجود پلاسٹک کی پیکنگ اتاری اور جیب سے ایک چھوٹی سے بوتل نکال کر خون زخم پہ ڈالنا شروع کر دیا۔۔۔

" کبھی کبھی ملک کی خاطر اپنی جگہ مرغی کا خون بھی بہانہ پڑتا ہے۔۔۔"

وہ بڑبڑایا۔

ماسک وغیرہ سیٹ کر کے وہ اس کھلے دروازے کی طرف بڑھا، اس سوراخ میں سے سیڑھیاں نظر آ رہی تھیں وہ احتیاط سے اترنے لگا، نیچے اتر کر اس نے دیکھا کہ سرنگ والی سائیڈ پہ بھی ایک ڈھکن تھا جو کہ کھلا ہوا تھا، جس کا مطلب تھا کہ شانی وغیرہ کے بعد ابھی تک کوئی ادھر سے آیا گیا نہیں۔ ویسے بھی اتنے دن تو ہوئے بھی نہیں تھے کہ سب اچانک سے بدل جاتا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا، دوسری جانب موجود دشمن کے خفیہ اڈے کی جانب بڑھنے لگا جس سے امید تھی کہ مسٹر بی، سلطان اور نشتر وغیرہ (پیراسائیٹس، مسٹر بی) سے شروع ہونے والا یہ قصہ تمام ہو ہی جائے گا اور اصل راز بھی سامنے آ جائے گا۔

پروفیسر، اسکالر اور مذہبی رہنما، صداقت علی کو قتل کرنے کی ذمہ داری ہم مذہب مگر دوسری جماعت کے ایک گروہ نے قبول کرتے ہوئے ملک کی تقدیر میں سیاہ کتاب کا پہلا صفحہ لکھ ڈالا تھا اور اب۔۔جماعت بندی کے نام پہ پُر تشدد لہر اٹھ چکی تھی، نجانے کہاں سے اور کیسے یہ سب سامنے آگیا اور کیسے ذمہ داری قبول کر لی گئی، ایک ویڈیو پیغام ہی تھا جو ٹی وی چینلز پہ دکھایا جا رہا تھا حالانکہ ایسے پیغام کو صرف ان اداروں تک محدود رہنا چاہیے تھا جنھوں نے اس کا سدباب کرنا تھا مگر

ویڈیو پہنچی ہی ان خالی برتنوں کے پاس تھی جنہیں شور کر کے اپنا پیٹ بھرنا تھا اور نتیجہ۔۔۔ جماعتی فتنہ شروع ہو گیا۔

"ہمیں اس بات کی تردید کرنی چاہیے۔۔ اور اس طرح سے کہ یہ فتنہ ختم ہو جائے۔۔ بات موثر اور مدلل ہونی چاہیے۔۔" ایک معصوم شکل انسان نے نرم لہجے میں کہا۔

ایک مذہبی جماعت کے سرکردہ افراد اس وقت میٹنگ میں موجود تھے، سب کے چہرے الگ الگ جذبات کی عکاسی کر رہے تھے، کچھ ناراض، کچھ پرسکون، کچھ غصے میں بھی نظر آ رہے تھے۔

"عابدی صاحب۔۔ آپ ہر وقت ایک ہی بانسری بجاتے رہتے ہیں کہ امن رہے، آپ ہی وہ مدلل بات بتائیں جس سے یہ فتنہ رک جائے، آپ کو علم بھی ہے کہ ہمارے کتنے بھائی تشدد کا نشانہ بن چکے ہیں اب تک؟۔۔" سامنے والی کرسی پہ موجود شخص نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"امان صاحب۔۔ تشدد کا جواب تشدد تو نہیں۔۔ امن قائم کرنے کے لئے قیمت تو چکانی پڑی ہے اور جو یہ قیمت چکاتا ہے وہی انسان تو کمال ہے۔ امتحان گاہ میں آسانی کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟۔ یہ زندگی

امتحان گاہ ہے۔۔" عابدی نے جواب دیا۔

"عابدی صاحب۔۔ ہم سب یہ باتیں جانتے ہیں تبھی ہمیں چن کر یہاں بٹھایا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ ہم ہی ہر بار کیوں قیمت چکائیں؟۔۔" ایک پتلے سے شخص نے بھاری آواز میں کہا۔

"رضا بھائی، ہم جانتے ہیں کہ غلطیاں ہم سے بھی ہوتی ہیں جس وجہ سے اتحاد کی فضا قائم نہیں ہوتی اور یہ بھی جانتے ہیں کہ بیرونی عناصر بھی یہ کام کرواتے ہیں۔ ہمیں ملک و قوم کا خیال بھی تو رکھنا ہے۔۔" عابدی اپنی بات پہ ہی بضد تھا۔

" اپنی قوم کی آزادی کی ہی بات کر رہے ہیں ہم بھی، سختی کرنی پڑے گی۔۔" امان نے منہ بنایا۔

"مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ اپنی قوم، اپنی قوم کیا ہوتا ہے۔۔ ہم ایک ہی قوم ہیں۔" عابدی کے چہرے پہ ناگواری صاف دیکھی جا سکتی تھی۔

"عابدی صاحب۔۔ ایک ہی قوم کا سکہ ہر جگہ نہیں چلتا۔ یہاں بھکاری بھی دوسرے بھکاری کو اپنے سے کمتر سمجھتا ہے اور آپ چلے ہیں سب کی برابری کی بات لے کر۔۔" امان بھی جھلا کر بولا۔

"تو اس میں قصور کس کا ہے؟۔۔ ہمارے گھروں میں یہی سب تو ہے، اپنے گھر کی تو بات ہی کوئی نہیں کرتا نہ اپنی۔۔۔" عابدی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"عابدی صاحب۔ آپ ہیں کس طرف؟۔" ایک شخص نے پھنکارتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب آپ کی بات کا ناصر صاحب؟۔۔" عابدی چونک گیا۔

"آپ کی باتیں کم از کم مشکوک ہیں، آپ ہماری طرف تو لگ ہی نہیں رہے۔۔" ناصر نے پر اسرار لہجے میں کہا۔

"ہماری طرف ہی ہیں وہ۔۔ آپ فضول بات مت شروع کریں۔" رضا ڈانٹنے والے انداز میں بولا۔

اسی وقت امان کے فون کی گھنٹی بجی اور اس نے چونک کر جیب میں ہاتھ ڈالا، فون نکال کر سکرین دیکھتے ہی چونک گیا۔۔ اسی نے تیزی سے کال ریسیور کی۔

"امان بول رہا ہوں۔۔"

"جناب۔۔۔ ہماری عبادت گاہ پہ حملہ ہو گیا ہے۔۔۔" دوسری طرف

سے گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"کیا؟۔۔۔ کب؟۔۔" وہ کرسی سے اٹھتے ہوئے دھاڑا۔

"جناب۔۔ تھوڑی دیر پہلے کی بات۔۔۔"

"رکو۔۔ سپیکر آن کرتا ہوں، سب سننا چاہتے ہیں۔۔" امان نے عابدی کی طرف زہریلی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اور سپیکر آن کر دیا۔

"ہاں۔۔ اب بتاؤ۔۔ پوری تفصیل۔۔"

" جناب۔۔ تھوڑی دیر پہلے کی بات ہے، ہم سب وہیں تھے ایک پروگرام کے سلسلے میں۔۔ اور اچانک دوسری جماعت کے لوگوں نے دھاوا بول دیا۔۔ پہلے تو وہ نعرے لگاتے رہے اور پھر ایک دو لوگوں نے ایک طرف موجود اینٹیں اٹھا کر دے ماریں، اس کے بعد جھگڑا شروع ہو گیا۔۔ بہت توڑ پھوڑ ہوئی ہے جناب۔۔ پانچ لوگ زخمی ہیں، ایک کی جان خطرے میں ہے۔۔ چھوٹے موٹے زخم تو ہر شخص کو آئے ہیں۔۔ دوسری طرف والے تو نجانے کب وہاں سے رفو چکر ہو گئے، کوئی بھی ہاتھ نہیں لگا۔۔ ہم پولیس ہمیں گرفتار کرنے آئی ہے۔۔ ہمارے ہی خلاف رپورٹ بھی درج کرادی گئی ہے کہ ہم سب

دوسری جماعت پہ حملہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے تھے اور جب دوسری جماعت کی طرف سے ہمیں سمجھانے کی کوشش کی گئی تو ہم نے ان پہ حملہ کر دیا۔۔ ہماری جماعت کے کچھ لوگوں نے ہماری مخالفت کی تو انہیں بھی ہم نے ہی تشدد کا نشانہ بنایا اور اب ان میں سے ایک شخص مرنے کے قریب ہے۔۔۔ سارا ملبہ ہم پہ ہی ڈال دیا گیا ہے۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔ میں دیکھتا ہوں۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔" امان نے کہا اور کال بند کر دی۔

"اب؟۔ عابدی صاحب؟۔ امن؟۔ سکون؟۔ تربیت؟۔ برابری؟۔ کہاں ہیں یہ سب؟۔۔"

امان نے طنزیہ لہجے میں ایک ایک لفظ چبا ڈالا۔ عابدی نے بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا۔۔

"رہنے دیں عابدی صاحب۔۔۔ آپ اب آرام کریں، اب ہم دیکھیں گے سب کچھ۔۔" ناصر غرایا اور کھڑا ہو گیا۔

اس کے ساتھ ہی آدھے سے زیادہ لوگ کھڑے ہوئے اور یوں تیزی سے باہر کو لپکے جیسے سرحد پہ دشمن آن پہنچا ہو اور وہ سب کے سب

وطن کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کرنے جارہے ہوں۔

"غلط ہو رہا ہے سب۔۔ سب غلط۔۔ اپنا گھر جلائیں گے یہ سب۔۔" عابدی بڑبڑایا۔

"عابدی صاحب۔۔۔ میں آپ کی باتوں سے متفق ہوں، لیکن اب مزاج ایسے ہو چکے ہیں کہ کوئی برداشت کرتا ہی نہیں۔۔ جو برداشت کرتا ہے وہ خود کو توپ چیز سمجھتا ہے اور اس غرور سے باہر ہی نہیں آتا کہ وہ برداشت کر رہا ہے۔۔ یوں جو برداشت کر رہا ہے وہ بھی برداشت کی اپنی ہی گھڑی ہوئی تعریف لئے بیٹھا ہے۔۔ یہاں خوراک ہی نہیں۔۔ سب کچھ نقلی لبادے میں چھپ رہا ہے۔۔ آپ اسے روک نہیں سکتے جب تک کہ سب خود کو خود نہ روکیں۔۔" رضا نے متانت سے کہا اور اٹھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا، عابدی ہونٹ کاٹتا وہیں جما رہا۔۔

"ہمارا تعاقب ہو رہا ہے۔۔" خرم نے بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہونا بھی چاہیے۔۔" جمال نے اطمینان سے جواب دیا جیسے وہ خرم کی طرف سے اسی بات کی توقع کر رہا ہو۔۔

"کیا کرنا ہے پھر؟۔۔"

"گاؤں سے نکل کر شہر کی جانب چلتے رہو، جہاں سے ذیلی سڑک بڑی سڑک سے ملتی ہے وہاں رک جانا۔۔ اگر یہ لوگ بھی رکے تو ہاتھ ڈال

دیں گے ورنہ پھر سوچتا ہوں۔۔ احسن چوہدری اس معاملے میں ملوث ضرور ہے۔۔" جمال نے کہا۔

"اور انسپکٹر؟۔۔ اس نے جان بوجھ کر ہمیں لیٹ کیا، اس کی پوری کوشش تھی کہ ہمیں الجھائے رکھتا۔۔"

"فی الوقت تو وہ مجھے اتنا اہم نہیں محسوس ہوا، پیسہ کھایا ہو تو اتنی سروس تو دی جا سکتی ہے، ایک علاقے میں ایک ہی سب سے اہم بندہ ہوتا ہے، میرے خیال سے وہ احسن چوہدری ہے۔۔ وہی ہمارا شکار ہے۔۔" جمال نے کہا۔

"تو احسن پہ وار کرنے کے حوالے سے کیا ارادہ ہے باس؟۔۔۔" خرم نے پوچھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے کیا کرنا چاہیے؟۔۔" جمال نے اس کی طرف دیکھا۔

"اسے اغواء بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کی حویلی پہ چھاپا بھی مارا جا سکتا ہے۔" خرم نے کہا۔

"میرے خیال سے اغواء کرنے کی جھنجھٹ سے بہتر ہے اس کی حویلی پہ ہی دھاوا بول دیا جائے۔۔" جمال نے کہا۔

"اور اس کے لئے پوری ٹیم کو بلانا پڑے گا۔۔" خرم نے سر ہلایا۔

"ہاں۔۔ بلا لو سب کو۔۔ آج رات ہی یہ کام ختم کرتے ہیں، اور آج رات ہی احسن سے ملنے والی معلومات کی بنیاد پہ اگلا کام بھی شروع کر دیں گے۔"

"یس باس۔۔۔۔"

خرم نے کار روکتے ہوئے کہا، وہ اب بڑی سڑک سے کچھ ہی دور تھے۔ کار روکتے ہی دونوں نیچے اتر آئے۔

"اگر وہ رکیں تو تم بات کرنا، میں خیال رکھوں گا۔۔" جمال نے کہا تو خرم نے اثبات میں سر ہلایا۔

تھوڑی دیر میں ایک چھوٹا سا ویگن نما ڈبہ نظر آیا جو تیزی سے ان کی طرف بڑھتا رہا، ان سے تھوڑا پیچھے ہی وہ رکا، وِنڈ سکرین سے دو لوگ ہی نظر آرہے تھے، ڈرائیور کا ساتھی نیچے اتر کر ان کی طرف بڑھا۔ وہ شکل و صورت سے شرابی اور اجڈ قسم کا شخص نظر آرہا تھا۔

"کیا ہوا؟۔۔ کوئی مدد چاہیے؟۔۔"

یوں لگا جیسے اس کے گلے میں سے فرکشن (مزاحمتی طاقت) کے باعث

آواز نکل نہ پا رہی تھی اور رگڑ کی وجہ سے پھٹے ہوئے بانس کی سی آواز نکلی۔

"جی۔۔ گاڑی خراب ہو گئی ہے۔۔" خرم نے اطمینان بھرے لہجے میں گاڑی کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اس سے اچھی تو ہماری گاڑی ہے جو پرانی ہے مگر خراب نہیں ہوتی۔۔" اس نے دانت نکالے۔

"کیا آپ چیک کر سکتے ہیں کہ کیا مسئلہ ہے؟۔۔" خرم مسکرایا۔

"بالکل۔۔ اس کے پیسے لوں گا۔۔۔"

"ضرور، ضرور۔" خرم نے کہا تو اس شخص نے مڑ کر ساتھی کو اشارہ کیا۔

ڈرائیور بھی وہاں پہنچ چکا تھا اور دونوں گاڑی کی طرف بڑھے۔

"انجن کھولیں۔۔" پہلے شخص نے کہا تو خرم اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کھلے شیشے سے گاڑی میں گھس کر انجن کھولنے ہی لگا تھا کہ اس کی کمر پہ لات پڑی، ادھر ڈرائیور تیزی سے جمال کی طرف بڑھا اور جمال کا ہاتھ جیب سے باہر آیا تو خوفناک پسٹل دیکھتے ہی ڈرائیور نے اچانک بریک لگائی مگر اس کی حالت ایسی ہی تھی جیسے اترائی پہ بھاری ٹرک رکنے کی

کوشش میں لگا ہو، وہ رکتے رکتے جمال کے قریب پہنچ ہی گیا اور جمال کی لات پوری قوت سے اس کے پیٹ میں لگی، وہ پیٹ پکڑے ہوا میں اچھل کر سڑک چومنے لگا۔۔ ادھر خرم پہلی لات تو وصول کر ہی بیٹھا مگر کھڑکی میں دھنسے ہوئے ہی اس نے گدھا لات چلائی اور اس کے پیچھے کھڑا شخص اوغ کی آواز کے ساتھ کچھ قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔۔

"خبر دار۔۔۔۔" دھاڑتی آواز سن کر سب رک گئے۔۔

جمال نے مڑ کر دیکھا اور طویل سانس لے کر رہ گیا، ان سے چُوک ہو گئی تھی۔۔ اس ویگن میں پچھلی سیٹوں پہ بھی کچھ لوگ دبکے ہوئے تھے جنہیں وہ ونڈ سکرین سے دیکھ نہیں پائے تھے۔ ان کے سامنے دو لمبے تڑنگے اور بھاری جسموں کے مالک مشین گن بردار ان پہ گنیں تانے کھڑے تھے، اور بچنے کا چانس۔۔ زیرو۔ جمال نے ہاتھ کھڑے کئے تو خرم نے بھی پیروی کی۔

"ان کی گاڑی لے آؤ تم۔۔"

انہوں نے پھٹے بانس جیسی آواز کے مالک سے کہا اور اپنے ڈرائیور کو ویگن کی طرف اشارہ کیا۔

"اور تم لوگ۔۔۔ کوئی مستی نہیں۔۔ ویگن میں چلو۔۔۔" اسی شخص نے جمال اور خرم سے کہا، وہ شاید ان کا باس تھا۔

جمال اور خرم چپ چاپ ویگن کی طرف بڑھنے لگے۔۔ انہیں خوبصورتی سے ڈاج دیا گیا تھا، پیادے بھیج کر الجھا دیا گیا اور جب پیادوں کو گرا کر وہ مطمئن ہونے کو تھے تو اصل چال چلی گئی جس کے سامنے وہ بے بس ہو گئے۔

جمال نے خرم کو مخصوص انداز میں آنکھ ماری، ان کا مقصد بھی احسن چوہدری تک پہنچنا تھا، رات کو حملہ کرنے کا منصوبہ چھوڑ کر اب وہ نئے رستے بنانے پہ سوچ رہے تھے، خرم کا ہاتھ غیر محسوس انداز میں جیب کی طرف اور دونوں گاڑیاں نامعلوم منزل کی طرف رینگنے لگیں۔

اس کی آنکھ کھلی تو بدبو نے دماغ کی کھڑکیاں بھی کھول دیں، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ چاروں طرف نظر گھمانے پہ خالی کمرہ ہی نظر آیا جس میں صرف بدبو ہی اس کی رفیق تھی، وہ اسی لباس میں تھی جس میں اس دکاندار سے ٹکرائی تھی۔

دکاندار دوسری بار پانی لے کر آیا تو وہ کافی دیر اس سے باتیں کرتا رہا اور اس کا انٹرویو کرتا رہا، پھر اسے سونے کے لئے ایک کمرے میں بھیج دیا اور خود دوسرے کمرے میں چلا گیا، اس کے بعد اس کی آنکھ اب کھلی تھی وہ بھی کسی نئے کمرے میں۔ اس نے اپنی جیبیں چیک کیں تو خالی

تھیں، موبائل، شناختی کاغذات وغیرہ سب کچھ نکال لیا گیا تھا، یہاں تک کہ ہاتھ پہ موجود فینسی گھڑی بھی۔

وہ بوکھلا گئی اور پاگلوں کی طرح اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑی، بستر پہ موجود چادر پاؤں میں اٹک جانے کی وجہ سے لڑکھڑائی اور دھڑام سے زمین پہ آ رہی مگر وہ فوری اٹھی جیسے اس کے پیچھے موت پڑی ہو، اور جیسے ہی وہ دروازے کے پاس پہنچی، اس نے مکہ بنا کر اس کا نچلا حصہ پوری قوت سے دروازے پہ مارنا شروع کر دیا اور ساتھ ہی چیخنا شروع ہو گئی۔

"ہیلپ۔۔۔ ہیلپ۔۔۔ کوئی ہے۔۔۔ پلیز۔۔۔" وہ چیختی گئی اور دروازہ بجاتی گئی، ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہونے لگی اچانک۔۔ اس کے ہاتھوں کو بریک لگی اور اس کے کان چیخنے کی آواز پہ مرکوز ہوئے۔۔ کوئی عورت گلا پھاڑ کر چیخ رہی تھی۔

"مت مارو۔۔ مت۔۔ مارو۔۔" اسے وہ الفاظ اس طرح ہی سمجھ آئے اور دردناک چیخوں سے اس کے جسم پہ کپکپی طاری ہو گئی۔۔ وہ کانپتی ہوئی دروازے سے پشت لگا کر نیچے گرتی چلی گئی۔۔ اس نے گھٹنوں میں منہ دیا اور زارو قطار رونے لگی۔۔ کافی دیر وہ عورت درد سے چیختی رہی

اور وہ لڑکی دروازے سے لگی روتی رہی۔۔ اچانک وہ عورت چپ ہوئی اور منحوس سناٹا چھا گیا۔

لڑکی نے گھبرا کر سر اٹھایا جیسے اس عورت کا چپ کر جانا اس کے لئے برا شگون ہو، اس نے دروازے کی طرف دیکھا، بغیر اندرونی کنڈی یا لاک کے وہ دروازہ صرف باہر سے ہی بند کیا یا کھولا جا سکتا تھا۔ وہ سہمی ہوئی گھٹنوں کے بل تیزی سے بستر کی طرف بڑھی اور بجائے بستر پہ چڑھنے کے وہ اس کے نیچے گھس گئی۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے وہ آنے والا وقت دیکھ کر ڈر گئی ہو۔

باہر سے کمرے کی جانب بڑھتی قدموں کی آواز سے وہ مزید سمٹ گئی اور جیسے ہی دھماکے سے دروازہ کھلا، اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"تو شہزادی صاحبہ بستر کے نیچے چھپی ہیں۔" ایک خوفناک آواز سنائی دی۔

"نکالوں اسے باس۔۔" دوسری آواز سنائی دی۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ جب سے وہ آئی ہے، ہر ایک کا دل چاہ رہا ہے اسے چھونے کو۔۔ تم لوگ انسان نہیں بن سکتے۔۔"

وہ دھاڑا مگر ساتھ اس نے اچھائی کا درس بھی دیا۔

"سس۔۔ سوری باس۔۔"

"کیا تم باہر نکلو گی ثمر۔۔۔" باس نے کہا۔

دوسری طرف سے جواب ہچکیوں میں آیا۔

"یا تم نکل آؤ یا پھر جو تمہیں چھونا چاہتے ہیں میں انہیں بھیج دیتا ہوں۔۔ وہ تمہیں نکالیں گے۔۔" باس نے پیار سے دھمکایا۔

مگر خاموشی ہی رہی تو باس کی آنکھیں سکڑنے لگیں۔

"جاؤ تازی۔۔ مشٹنڈے بلالاؤ۔۔" باس نے کہا

تازی نے حسرت سے باس کی طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں بھی تو مشٹنڈہ ہی ہوں، مجھے نکالنے دو۔۔۔ مگر پھر مایوسی سے سر جھکا کر مڑا۔

"ویری گڈ۔۔ تو تم خود ہی نکل آئیں۔۔" باس کی آواز سن کر وہ پلٹا۔

چاند، بستر کے نیچے سے نکل رہا تھا، سہما ہوا، مرجھایا ہوا اور خوفزدہ۔ آنسو اس کے حسن کو عجیب سے چمک بخش رہے تھے جیسے آگ پہ پٹرول بہہ رہا ہو۔

باس ایک لمحے کے لئے سکتے میں آگیا، شاید وہ پہلی بار اسے دیکھ رہا تھا۔

"ماشاءاللہ۔۔۔۔"

موقع جیسا بھی ہو، ہم مذہب کو تو ساتھ رکھتے ہی ہیں، باس نے بھی حق ادا کر دیا، لیکن فوری ہی ہڑبڑا کر ہوش میں آنے کی کوشش کی۔

"جب مجھے تمہارا نام بتایا گیا تو نجانے کیوں مجھے ایسا لگا کہ خود تم سے ملاقات کرنی چاہیے۔۔ نجانے اس نام میں کیا کشش ہے کہ جس کا یہ نام ہوتا ہے وہ چاند کا بھی چاند ہوتا ہے۔۔ ثمر۔۔" اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے نام لیا۔

"مم۔۔ میں۔ گھر۔۔" لڑکی نے ہکلاتے ہوئے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"گھر نہیں ثمر۔۔۔ اب تم محلوں میں راج کرو گی، محلوں والے تمہارے پاؤں دھو کر پینا اپنی خوش نصیبی سمجھیں گے۔۔ میں لوگوں کو اس دنیا کی حور سے ملاؤں گا۔۔ آج سے تمہارا نام حُور ہے۔۔" باس پہ دیوانگی طاری ہو رہی تھی۔

"مم۔۔ میں۔۔"

اس کے منہ سے نکل ہی کچھ نہ رہا تھا اور وہ سہمی ہوئی ننھی بچی کی طرح کبھی انہیں دیکھتی اور کبھی زمین کو۔۔ ساتھ ساتھ آنکھوں سے پٹرول۔۔ آنسو۔۔ بہتے جا رہے تھے اور آگ بڑھتی جا رہی تھی۔

"تمہیں بہت اچھی زندگی دینے لگا ہو۔۔ بس تمہیں ایک کام کرنا ہے، اپنے جسم کو اپنا جسم نہیں۔۔ ایک خوبصورت ہوٹل بنانا ہے۔۔ اس کی تعمیر ایسی ہے کہ گاہکوں کی کمی نہ ہو گی۔۔ اس ہوٹل کی بنیاد پہ ہم اپنا ایمپائر قائم رکھ سکیں گے۔۔"

باس کہتا چلا گیا اور ثمر۔۔ یا۔۔ حُور۔۔ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھتی جا رہی تھی۔۔

"وقت آنے پہ تم سمجھ جاؤ گی۔ تازی۔۔" اس نے مڑ کر ماتحت سے کہا۔

"یس باس۔۔"

"حُور کو پیلس شفٹ کر دو۔۔" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا تو تازی کا سر جھک گیا، شاید لفظ "پیلس" اپنے اندر بہت سی ہدایات رکھتا تھا۔

"پیلس میں تمہیں تمہارے کام کے بارے میں سمجھایا جائے گا، اگر

تمہیں سمجھ آگئی اور جس طرح تم بستر کے نیچے سے خود نکلی ہو اسی طرح وہ کام بھی خود کر لیا تو میں اسی طرح اچھے سے پیش آؤں گا جیسے اب آرہا ہوں۔۔ اور اگر۔۔ تم نے کوئی ضد کی تو اسی کمرے میں واپس اور تھوڑی دیر پہلے کسی کی جو چیخیں تم سن رہی تھیں وہ تمہارے حلق سے نکلیں گی۔ اور اس جسم کو ہوٹل بنانے میں میرے لوگ تمہاری مدد کریں گے جس کے بعد ہر جھجک اعتماد میں بدل جائے گی۔۔"

اچانک ہی وہ سخت گیر جاگیر دار کا ساروپ دھار گیا تھا، اس کی آواز میں سرد مہری محسوس کرتے ہوئے نہ صرف ثمر۔۔ بلکہ اس کا ماتحت بھی کانپنے لگا اور وہ مڑ کر کمرے سے نکل گیا۔۔ اس کا ماتحت بھی پیچھے ہی تھا، دروازہ بند کرتے ہوئے وہ اپنے باس کے پیچھے ہو لیا جو اب موبائل نکال کر کال کرنے لگا تھا۔

"ہاں۔۔ میں نے چیک کر لیا ہے، وہ ایک عام سی لڑکی ہے، یہ شاید اتفاق ہے کہ اس کا نام ثمر ہے۔۔ لڑکی اسلحہ فیکٹری ہے، جو دیکھے گا شہید ہو جائے گا۔۔" اس نے کسی سے کہا۔

"ارے نہیں۔۔ تم یہاں ہوتے اور اس کا ہوش میں آنے کے بعد ردعمل دیکھتے تو میری بات ماننے میں آسانی ہوتی۔۔ اگر اسے چارہ بنایا

گیا ہوتا یا وہ حکومتی ایجنٹ ہوتی تو ہوش میں آتے ایک بار کمرے کا جائزہ ضرور لیتی اور پھر کوئی رد عمل۔۔ یہ تو ہوش میں آتے دروازے کی طرف دوڑی اور وہ وہاں کھڑا کر دیا اور مجھے مجبوراً چیخوں والی ریکارڈنگ چلانی پڑی۔۔ جس سے اس کے حواس گم کرنا بہت آسان ہو گیا۔۔ ویسے بھی مینشن میں پہنچنے کے بعد وہ کچھ نہ کر سکے گی چاہے مخبر بھی ہوئی۔۔ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔۔ "اس نے کہا۔

"یقین مانو جس طرح کا حسن ہے، ایک بار تو میرا جی چاہا کہ اسے اپنی ذات کے لئے رکھ لو۔۔ مگر۔۔ کام۔۔ دھندہ۔۔ یہ سب سے پہلے۔" اس نے قہقہہ لگایا۔

اُدھر جیسے ہی وہ دونوں کمرے سے نکلے وہ لہرائی اور دھڑام سے زمین پہ آرہی، وہ شاید خوف کی شدت سے بے ہوش ہو گئی۔۔۔

سائرن کی آواز سن کر وہ چونک گیا، وہ تیزی سے سوئچ پینل کی طرف بڑھا اور مختلف بٹن دباتے ہوئے سکرین دیکھنے لگا، سائرن بجتا چلا جا رہا تھا، وہ بھی سائرن کو بند کرنے کی بجائے سکرین پہ زیادہ توجہ دے رہا تھا شاید وہ سائرن بجنے کی وجہ ڈھونڈ رہا تھا۔۔ اچانک ایک منظر دیکھ کر حیرت سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا، زبان بھی سہم کر پیچھے ہٹتی نظر آئی۔۔ میکانکی انداز میں اس نے ہاتھ بڑھا کر سائرن بند کر دیا تھا۔ سکرین پہ، زمین پہ گرا ایک بے حس و حرکت وجود نظر آ رہا تھا، جس کا چہرہ نظر نہیں آ رہا تھا، ایک ٹانگ شاید زخمی تھی کیونکہ پینٹ سرخ نظر

آرہی تھی۔ اس نے سائیڈ پہ پڑے انٹر کام کا ریسیور اٹھا کر ایک بٹن پریس کیا۔

"یس۔۔۔ سکیورٹی آفس۔۔۔" ایک تیز آواز سنائی دی۔

"ٹنل وَن میں ایک انسان ہے۔۔۔ بے ہوش ہے شاید۔۔"

"اوہ۔۔ ٹنل وَن میں۔۔ وہ کیسے؟۔" ایک بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مجھے کیا معلوم کہ کیسے؟۔۔" وہ چِڑ گیا۔

"میرا مطلب ہے کہ ایسی تو کوئی اطلاع نہیں۔۔" دوسری طرف سے سنبھلی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

"تبھی تو سائرن بج اٹھا کہ اطلاع نہیں تھی۔۔ جا کر چیک کرو جلدی۔۔" کہتے ہوئے اس نے ریسیور رکھ دیا۔

اس نے سکرین ٹنل وَن پہ ہی رہنے دی، تھوڑی دیر بعد ٹنل کا دروازہ کھلا اور دو افراد اندر داخل ہوئے اور اس بے ہوش وجود کو گھسیٹ کر اس ٹنل میں سے نکال لیا۔ اس شخص نے سکرین کو ٹنل سے ہٹا کر روٹین کے مطابق فکس کر دیا اور سوچ میں ڈوب گیا۔ تقریباً دس منٹ کے بعد انٹر کام کی گھنٹی بجی اور اس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھایا۔

"یس۔۔۔ سی وَن سپیکنگ۔۔۔"

"ایس وَن سپیکنگ۔۔ تم یقین نہیں کرو گے کہ وہ کون ہے؟۔۔" دوسری طرف سے پر جوش آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟۔۔" وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"شانی۔۔ وہ شانی ہے۔۔" دوسری طرف سے کہا گیا تو وہ اچھل پڑا۔

"شانی؟۔۔ اس کے بارے میں تو رپورٹ تھی کہ وہ علاقے سے باہر چلا گیا ہے۔۔" سی وَن نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

"سلنڈر میں آکسیجن ختم ہونے کی وجہ سے وہ کوڈز لگانے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گیا جس وجہ سے سائرن بجا۔۔ اس کی حالت بہت خراب تھی، تھوڑی دیر ہو جاتی تو اب تک مر چکا ہوتا۔۔ اس کی ٹانگ بھی زخمی ہے۔۔ شاید کوئی مسئلہ بن گیا ہے جس وجہ سے اچانک وہ یہاں آن ٹپکا۔۔" دوسری طرف سے بتایا گیا۔

"یہ باتیں اس نے بتائی ہیں تمہیں؟۔۔" سی ون نے پوچھا۔

"وہ تو بے ہوش ہے ابھی، خود چیک کیا ہے سب کچھ۔۔"

"سی ہاؤس سے بھی کسی نے اطلاع نہیں دی کہ شانی آرہا ہے۔۔" سی ون الجھ گیا تھا۔

"وہ شراب پی کر لڑھک گئے ہوں گے، چیک کر لو بے شک۔۔" ایس ون نے جیسے چیلنج کیا۔

"تم شانی کو ہوش میں لاؤ۔۔ میں بھی آتا ہوں، اسی سے پوچھ لیتے ہیں کہ کیا چکر ہے یہ؟۔۔ اور الرٹ رہنا تم۔۔ جیسے ہی ہوش میں آئے مجھے بتادینا۔۔"

سی ون نے کہا اور کال بند کر کے اٹھا، بغلی کمرے میں گھس کر اس نے لباس بدلا اور سفید لباس اور نقاب میں بر آمد ہوا۔ اسے انتظار کرتے ہوئے پانچ منٹ گزر گئے اور وہ بے چین نظر آنے لگا مگر اسی وقت انٹر کام پہ اسے اطلاع دی گئی کہ شانی ہوش میں آرہا تھا۔ وہ اٹھا اور تیزی سے باہر نکل کر راہداری میں ایک طرف بڑھتا چلا گیا، اس کا رخ اس کمرے کی جانب تھا جہاں شانی کو لے جایا گیا تھا۔

اس کمرے کے سامنے پہنچ کر اس نے مخصوص انداز میں دستک دی تو دروازہ خود بخود سلائیڈ کرتا ہوا دیوار میں گھستا چلا گیا اور وہ اندر داخل ہوا۔ یہ کمرہ ابتدائی طبی مدد کے لئے بنایا گیا تھا جس میں اکلوتے بیڈ پہ

شانی لیٹا ہوا تھا اور ایک طرف دو بھاری تنو توش کے مالک افراد کھڑے تھے جن کے جسم پہ سیاہ رنگ کی وردیاں تھیں، ایک کے بازو پہ تلوار کا نشان تھا، وہ ایس ون تھا، ان کے ساتھ ایک ڈاکٹر موجود تھا۔

"کیسے ہو شانی؟۔۔" سی ون نے بدلی آواز اور سخت لہجے میں پوچھا تو شانی نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہوں باس۔۔۔" اس نے الجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟۔۔" سی ون نے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔

"کافی دیر آکسیجن کی کمی کا شکار رہا ہے اس لئے دماغی حالت پوری طرح ٹھیک نہیں۔۔" ڈاکٹر نے کہا اور سی ون نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مگر اس کی آواز؟۔۔ شانی سے ملتی جلتی تو ہے مگر۔۔"

"باس۔۔ ایک گھٹیا شراب کھانے میں چھپا رہا، نقلی شراب پینے کو ملی، گلا تب سے خراب ہے۔۔" اس نے جواب دیا۔

"تم تو شہر سے باہر تھے، اچانک بغیر اطلاع کیے کیسے یہاں چلے آئے؟۔۔" سی ون نے قدرے ناراض لہجے میں پوچھا۔

"وہ۔۔۔ مم۔۔ میرے پیچھے ایک غنڈہ پڑا تھا، آپ کو یاد ہو گا کہ اس کے حملے کی وجہ سے ہم سی ہاؤس گئے تھے۔۔ جب ہم لاشیں سمندر میں پھینک کر واپس سی ہاؤس کی جانب بڑھے تو ہمارا تعاقب ہونے لگا، اس وجہ سے اے وَن کی طرف سے مجھے شہر سے نکل جانے کا حکم ملا اور ہم سی ہاؤس آنے کی بجائے دارالحکومت اور وہاں سے دوسرے شہر چلے گئے۔۔ تب سے اس نے ناک میں دم کیا ہوا تھا، پچھلے دنوں تو اس کے لوگ مجھے اٹھا کر لے گئے اور میری ٹانگ پہ بے پناہ تشدد کیا، آپ میری ٹانگ دیکھ سکتے ہیں۔۔" اس نے رو دینے والے انداز میں کہا۔

"تو تم مجھے یا اے وَن کو اطلاع بھی تو دے سکتے تھے۔۔" سی ون غرایا۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔ مم۔۔ میرا خیال تھا کہ اے وَن اور آپ مجھے اجازت نہیں دیں گے۔۔" اس نے ہکلاتے ہوئے سر جھکا لیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟۔۔ اب تمہیں معاف کر دیا جائے گا؟۔۔ تم نے ہدایات کے خلاف کام کیا اور اگر وہ غنڈہ اب دوبارہ تمہاری وجہ سے سی ہاؤس پہنچ گیا تو کون ذمہ دار ہے؟۔۔" وہ دھاڑا تو سب سہم گئے۔

"مم۔ میں چھپ کر آیا ہوں، سی ہاؤس کی سیکیورٹی کو بھی پتہ نہیں چلا کہ

میں عمارت میں داخل ہوا ہوں۔۔" وہ سہما ہوا تھا۔

"تمہاری قابلیت پہ مجھے شک نہیں۔۔ مگر جس ٹارگٹ کی وجہ سے اے ون نے تمہیں ہی الگ کر دیا، اس کی صلاحیتوں پہ اس وجہ سے ایمان ہے کہ اے ون اس سے خائف تھا۔۔ اس وجہ سے میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔۔۔"

سی ون نے قطعی انداز میں کہا۔

"ایس وَن۔۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔۔ اے وَن سے پوچھتا ہوں کہ اس کا کیا کرنا ہے۔۔۔ اس کا خیال رکھنا۔۔" کہتے ہوئے سی ون تیز تیز قدم اٹھاتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ حیران تھا کہ شانی جیسے شخص نے اصول کیسے توڑے، شاید جان کے خوف کی وجہ سے وہ ایسا کرنے پہ مجبور ہو گیا تھا، شانی کی صلاحیتوں اور وفاداری پہ اسے کوئی شک نہیں تھا لیکن اصول۔۔ وہ اصول توڑنے کے حق میں نہیں تھا کیونکہ یہ ایک شانی کا نہیں بلکہ ان کی بقا کا مسئلہ تھا، وہ شانی کے متعلق فیصلہ کرنے سے پہلے اے ون سے بات کرنا چاہتا تھا، اسی وجہ سے اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

نقاب اتار کر ایک طرف رکھا اور سکرین والے کمرے سے ملحقہ کمرے میں گھس گیا۔ شانی کو لے کر اس کی ذہن میں کوئی خلا پیدا ہو گیا تھا اور الجھن بڑھ گئی تھی اسی وجہ سے وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ اسے گولی مار دے، باہر پھینک دے، باس سے بات کرے یا کیا کرے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ہدایات لینا ہی مناسب سمجھا اور بیڈ کے ایک خفیہ خانے سے ایک بڑا سا ریسیو نکالا، یہ شاید سیٹلائٹ فون کا ریسیور تھا۔۔ اس نے ریسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر ملایا، دوسری گھنٹی پہ ہی کال ریسیو ہو گئی تھی۔

"سنگھ مینشن۔۔۔" دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"سی ہاؤس سے سی ون بول رہا ہوں۔۔۔" اس نے کہا۔

"کوڈ؟۔۔"

"کوئی کوڈ نہیں۔۔" اس نے جیسے جھلا کر کہا۔

"کون ہو تم؟۔۔" دوسری طرف سے سرد آواز سنائی دی۔

"تمہارا باپ۔۔۔" وہ غرایا۔

"تم ہوش میں تو ہو؟۔۔"

"ہاں۔۔۔جوش میں بھی ہوں۔۔"

"اوکے۔۔کوڈز درست ہیں، انتظار کریں۔" کہا گیا تو وہ مسکرایا اور انتظار کرنے لگا۔

"یس۔۔۔" تھوڑی دیر بعد ایک سخت آواز سن کر اس کے رونگٹے حرکت میں آئے۔

"باس۔۔۔شانی۔۔۔"

ٹھائیں کی آواز سے اس کی چیخ کمرے میں گونج گئی اور ریسیور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ وہ دھڑام سے کرسی سے نیچے، فرش پہ آگرا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا تو شانی کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چپٹا سا پسٹل تھا۔

"تت۔ تم۔ تمہاری جرات۔۔"

ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ریسیور کے پرخچے اڑ گئے اور اے ون جو شاید سب سن رہا تھا، اس سہولت سے محروم کر دیا گیا۔

"شانی۔۔۔تت۔۔ تمہیں کیا ہو گیا۔۔ہ۔۔ہے؟۔۔"

"مجھے۔۔۔مجھے پیار ہو گیا ہے۔۔" شانی ایڑیوں کے بل یوں گھوما جیسے رومانٹک جوڑا ناچتے ہوئے گھوم گیا ہو۔

"ت۔۔۔تت۔۔تم کون ہو؟۔۔۔تم شانی۔۔"

"میں اس کی نانی۔۔ہت۔۔نانی تو مونث ہوتی ہے ۔۔نانا۔۔۔ مگر یہ شانی سے ہم قافیہ نہیں۔۔ خیر۔۔ مسٹر سی ون۔۔ سی سی کرنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔۔" مزاحیہ انداز میں بات کرتے کرتے اس کا چہرے سرد ترین ہوتا چلا گیا، اتنا سرد کہ سی ون کا چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔

"کون ہو تم؟۔۔"

"میں۔۔میں معذرت خواہ ہوں۔۔ابھی مجھے بھی اس کا جواب نہیں ملا۔۔"

اس نے پسٹل سی ون کی طرف تانتے ہوئے کہا اور اگلے لمحے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ سی ون کی چیخ بلند ہوئی۔

کبیر اور عباس اس ہوٹل کے کمرہ نمبر چھ میں شفٹ ہو چکے تھے اور عباس گاہے بگاہے، کبیر سے چہرہ بدلوا کر شعیب نامی شخص کی نگرانی کر رہا تھا۔ نگرانی والا کام اسے بہت بور کرتا تھا اور ہر بار اسے یہی کام مل جاتا تھا لیکن وہ اس کام میں بہت اچھا تھا، اس کی نگرانی کی وجہ سے بہت سے کام آسان ہو جاتے تھے جیسے اس نے پچھلی بار اپنی دانست میں ماسٹر زیرو کو مسٹر بی کے دو ماتحتوں کے بارے میں رپورٹ دی تھی کہ انہیں اغواء کر کے فلاں جگہ لے جایا گیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس کی بات اپنے چیف لارڈ سے ہوئی تھی جو کہ آواز بدلنے میں ماہر تھا اور مسٹر بی کے رہتے بہت مشکل تھا کہ ساحر عباس سے کسی قسم کی نرمی دکھاتا

اور کوئی ہدایات دیتا جس وجہ سے لارڈ خود ہی ماسٹر زیرو بن کر عباس سے کام لیتا رہا۔

عباس اس وقت بھی لاپرواہ چال چلتے ہوئے شعیب کے پیچھے پیچھے تھا، ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے شعیب معمول کے مطابق ہوٹل سے نکلا تھا اور عباس۔۔ جو پہلے ہی اس کے انتظار میں باہر سڑک پہ موجود تھا، اس کے پیچھے ہو لیا۔۔ آگے پیچھے چلتے ہوئے وہ ہوٹل سے کافی دور۔۔ ایک چھوٹے سے چائے کے ریستوران کے سامنے پہنچے۔

شعیب کا یہاں روز چائے پینے کا معمول تھا، یہ الگ بات تھی کہ یہاں کی چائے کے بعد وہ ذرا مسرور نظر آنے لگتا تھا جس سے عباس نے اندازہ لگایا کہ کوئی "خاص چائے" ملتی ہے یہاں۔۔ چائے کے بعد شعیب ہوا میں تیرتا ریستوران سے نکلا اور سڑک پہ آتے ہی ایک لمبے تڑنگے شرابی سے ٹکرایا، ٹکراتے ہی فوری اس شرابی کا ہاتھ گھوما اور تڑاخ کی آواز کے ساتھ شعیب کا سرور ہوا ہو گیا اور وہ ایک بار تو گھوم ہی گیا، جیسے ہی وہ رکا اس کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس بار شرابی زیرِ عتاب آ گیا، اس کا منہ تو شعیب کا ہاتھ چومنے سے محروم رہا مگر کندھے پہ پوری قوت سے تھپڑ پڑنے سے وہ لڑکھڑا گیا۔۔ اب دونوں کینہ توز نظروں

سے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے اور پھر شرابی نے پہل کی اور تھوڑی ہی دیر میں وہ فٹ پاتھ پہ گتھم گتھا ہو چکے تھے اور جلد ہی شرابی، شعیب پہ حاوی ہوتا نظر آرہا تھا، عباس تیزی سے ان دونوں کی طرف بڑھا اور جاتے ہی شرابی کا گریبان پکڑا اور اسے کھینچ کر ایک طرف کرتے ہی اس کی پسلیوں میں لات ماری، شرابی کی چیخ بلند ہوئی اور شعیب اچھل کر کھڑا ہو گیا۔۔ اگلے لمحے وہ دونوں شرابی کو پیٹ رہے تھے اور شرابی گٹھڑی کی صورت میں پڑا چیخ رہا تھا، فٹ پاتھ پہ آنے جانے والے لوگ دور کھڑے یہ تماشا دیکھ رہے تھے اور کسی نے پولیس کا نمبر بھی ملا ہی دیا۔ ادھر شرابی کی خاطر خواہ خدمت کرنے کے بعد عباس نے جذبات کی رو میں بہتے شعیب کو پکڑا اور کھینچ کر ایک طرف لے گیا۔

"اب چھوڑ دو اسے۔۔ بھاگو۔۔ پولیس آجائے گی۔۔" عباس کے ان الفاظ نے اسے ہوش دلانے میں مدد کی اور دور سے سائرن کی آواز سن کر ان کے کان کھڑے ہوئے۔ دونوں نے ایکدوسرے کی طرف دیکھا۔

"ادھر گلی میں۔۔" عباس نے اشارہ کیا تو دونوں دوڑتے ہوئے گلی میں گھسے اور پھر

بغیر رکے یا مڑے وہ سیدھے دوڑتے گئے، رستے میں آنے والے چوک سے وہ دوسری گلی میں مڑ گئے اور یوں ہی تین چار گلیاں مڑنے کے بعد وہ پر سکون ہوتے ہوئے آرام سے یوں چلنے لگے جیسے سیر کے لئے نکلے ہوں۔

"شکریہ یار۔۔ تم نے تو میری جان ہی بچا لی۔۔ وہ سانڈ تو میری جان لینے پہ تُل گیا تھا۔" شعیف نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ یہ تو چھوٹی بات ہے۔" عباس نے بے پرواہی سے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا اور کیا کرتے ہو؟۔۔" شعیب نے پوچھا۔

"میرا نام نجیب ہے۔ کام بس کچھ خاص نہیں۔۔" کام بتاتے ہوئے اس نے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

"میرا نام شعیب ہے اور کام تو میرا ابھی کچھ خاص نہیں۔۔" شعیب نے جواب دیا۔

"پھر تو اچھا ہے۔۔۔ ہم، ہم پیشہ ہوئے۔۔"عباس مسکرایا۔

"ہاں۔۔چائے پیو گے میرے ساتھ؟۔۔اسے میری طرف سے شکریہ سمجھو۔۔"شعیب نے دعوت دی۔

"ضرور۔۔ابھی فارغ ہی ہوں۔۔"عباس نے فوری آفر قبول کی۔

"تو چلو۔۔"اس نے ایک گلی میں مڑتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹے سے چائے کے ہوٹل پہ چائے پی رہے تھے۔

"دوست۔۔اگر تم بتانا چاہو تو۔کیا کام کرتے ہو تم؟۔۔"اس نے دوبارہ پوچھا۔

"ابھی تو تم مجھے دوست کہہ رہے ہو، جب کام بتاؤ گا تو تم پولیس بلا لو گے۔"عباس مسکرایا۔

"اوہ۔۔۔تو ایسا کام ہے۔۔وعدہ۔۔تمہارا راز، راز ہی رہے گا۔۔" شعیب نے فوری کہا۔

"جیب کترتا ہوں۔۔"عباس نے آگے جھک کر سرگوشی کی۔

"اوہ۔۔ میری جیب ہی تو نہیں کتر لی۔۔۔" شعیب نے گھبرا کر اپنی جیب چیک کی۔

"تمہاری نہیں۔۔ اس شرابی کی۔۔۔" عباس نے مسکراتے ہوئے جیب سے کچھ نوٹ نکال کر دکھائے۔

"پھر ہم، ہم پیشہ نہیں۔" شعیب نے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم کم از کم جیب کترے نہیں میری طرح۔" عباس نے کہا۔

"کیسے جانتے ہو؟۔۔۔"

"ارے جیب کتروں کو چہرے پڑھنا آتا ہے کچھ حد تک۔۔"

"صحیح کہا۔۔ کتنا کما لیتے ہو ایک دن کا؟۔۔"

"میں راتیں بھی لگاتا ہوں۔ جتنا ہاتھ لگ جائے، جب تک دن کا دو تین ہزار ہاتھ نہ لگ جائے چین نہیں ملتا۔۔ باقی اوور ٹائم۔۔ کبھی کچھ بھی ہاتھ نہیں لگتا اور کبھی پولیس کے جوتے کھانے کو ملتے ہیں۔ حصہ دینا پڑتا ہے پھر۔۔"

"اگر میں تمہیں مستقل کام کی پیشکش کروں تو؟۔۔دن کا پانچ ہزار۔ کھانا پینا اور رہائش مفت۔۔علاقے میں رعب الگ۔" شعیب نے پراسرار انداز میں کہا۔

"یہ چائے ہے یا شراب؟۔"عباس نے کپ کی طرف دیکھا۔

"میں نشے میں نہیں ہوں۔ نہ یقین آ رہا تو مت یقین کرو۔۔"شعیب نے منہ بنایا۔

"کیا کام ہے؟۔۔"

"جب تک تم شامل نہ ہو جاؤ۔۔میں نہیں بتا سکتا۔۔"

"مطلب سارا رسک میرا۔۔ تم چاہے مجھ سے اغواء کروا لو یا قتل۔۔" عباس نے منہ بنایا۔۔

"تم آدمی جی دار ہو۔ اغواء یا قتل کا کام نہیں۔ بڑا آسان سا کام ہے۔ اگر کام کرنا چاہتے ہو تو یہ رہے آج کے پانچ ہزار۔۔"شعیب نے پانچ نوٹ نکال کر سامنے رکھے۔

"رہنے دو۔۔مجھے اندھیرے میں رہ کر کام نہیں کرنا۔ اپنا کام ہے بہتر

ہے۔۔ تم نے سنا نہیں کہ نوکری سے اپنا کام اچھا۔ میری ماں کہتی تھی کہ اپنا کام کرو۔" اس نے کہا۔

"اوہ۔۔ اس وجہ سے تم کام نہیں کرنا چاہتے۔۔"

"نہیں۔۔ میری ماں نے ایک بار اپنا کام چھوڑ کر کسی کے کام پہ دھیان دیا اور مر گئی، اس وجہ سے۔۔" اس نے منہ بنایا اور خالی کپ رکھ کر چل دیا۔

"نجیب۔۔ سنو تو۔۔" شعیب نے پیچھے سے آواز دی تو وہ رک گیا مگر مڑا نہیں۔

"یار آسان سا کام ہے۔۔ میں جس گروہ میں کام کرتا ہوں، ان کا ٹرکوں میں مال آتا ہے سمگل ہو کر، بس ڈرائیور کے ساتھ ساحل سمندر سے گودام تک آنا ہوتا ہے۔" شعیب نے پاس آکر دھیمی آواز میں بتایا۔

"کیا سمگل ہو کر آتا ہے؟۔۔"

"اب اتنا بتا دیا کہ تم مطمئن رہو کہ قتل یا اغوا کا کام نہیں۔ باقی شامل ہونے پہ ہی بتا سکتا ہوں۔ یہ بھی میں نے اپنے رسک پہ بتایا ہے۔۔" شعیب نے منہ بنایا۔

"لاؤ پانچ ہزار۔۔"عباس نے ہاتھ آگے کیا۔

"یہ ہونی نا بات۔۔"شعیب نے قہقہہ لگایا اور جیب میں ہاتھ ڈالا۔

ٹی وی پہ نظر آنے والے مناظر جہاں عوام میں دہشت پھیلا رہے تھے وہیں حکومت کو پریشان کر دینے کے لئے کافی تھے۔ بڑے شہروں میں تو جماعت بندی کے نام پہ دنگے فساد زور پکڑ ہی رہے تھے اب چھوٹے شہر بھی کمر کستے نظر آرہے تھے۔ ہنگامی بنیادوں پہ اس صورتحال سے

نپٹنے کے لئے چھوٹے شہروں سے پولیس اہلکار طلب کر لئے گئے تھے کیونکہ بڑوں شہروں کی پولیس ناکافی ثابت ہو رہی تھی۔ ساتھ آرمی کے جوان بھی حساس مقامات پہ تعینات کر دیئے گئے تھے۔ پولیس، انٹیلی جنس پہ دباؤ بڑھ رہا تھا کہ جلد از جلد کیسز حل کئے جائیں۔

دوسری طرف شوبز انڈسٹری ثمر کو لے کر واویلہ کر رہی تھی۔ پولیس کی تفتیش کے مطابق ثمر نے خودکشی ہی کی تھی لیکن کیوں؟۔۔اس کا جواب ابھی تک نہیں ملا تھا اور جب تک یہ جواب نہ ملتا خودکشی کہہ یا ثابت کر تو دیتے لیکن بات میں وزن کم ہوتا۔

پروفیسر صداقت علی کے قتل کی وجہ سے جو جماعت بندی کا مسئلہ کھڑا ہو گیا تھا اسے روکنے کے لئے سب سے آسان حل یہی تھا کہ پروفیسر کے قاتل سامنے لائے جائیں اور سزا دے کر قصہ تمام کر دیا جائے۔ آئی بی کا سیکشن فائیو جو کہ اسی کیس پہ کام کر رہا تھا۔

اس سیکشن کے تین ممبرز، زوبی، اسفند اور فریحہ، اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ ان کی منزل احسن چوہدری کی حویلی تھی جہاں جمال اور خرم کو اغواء کر کے لے جایا گیا تھا اور جب دشمن انہیں لے جا رہا تھا تب خرم نے انہیں کال کر دی تھی جس وجہ سے

انہوں نے تفصیلات سن لی تھیں۔ جمال نے بھی انہیں کوڈ ورڈز میں کچھ اشارے دے دیئے تھے جس وجہ سے وہ شام ہوتے ہی حویلی کے قریب پہنچ چکے تھے اور پھر اندھیرا گہرا ہوتے ہی وہ حویلی کی چاردیواری کے پاس پہنچے اور ایک دوسرے کی مدد سے دیوار پھلانگ کر عقبی طرف سے حویلی میں داخل ہوئے، انہوں نے اسلحہ تھاما اور احتیاط سے آگے بڑھنے لگے۔ حویلی کے عقب میں چھوٹا سا باغ تھا اور درختوں کی وجہ سے انہیں چھپنے میں آسانی ہو گئی اور وہ دھیرے دھیرے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔۔۔ مگر جلد ہی ان کو رکنا پڑا۔۔۔ ایک کونے سے سایہ بھونکتا ہوا ان کی طرف دوڑا۔ وہ بڑا سا کتا تھا جو شاید انہی کے انتظار میں تھا، زوبی نے پسٹل سیدھا کیا اور ٹرچ کی آواز کے ساتھ ہی کتا کوئی آواز نکالے بغیر ڈھیر ہو گیا۔

"اب جلدی۔۔۔ کتے نے سب گڑبڑ کر دی۔۔"

زوبی نے تیز لہجے میں کہا اور تینوں تیزی سے جھک کر دوڑتے ہوئے عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ اسی وقت سامنے والے لان کی طرف سے ٹارچ کی روشنی عقبی لان کی طرف بڑھی۔

"جیکی۔۔۔ جیکی۔۔۔" کوئی شاید کتے کو پکار رہا تھا۔

وہ تینوں اب دھیمی رفتار پہ، دبے پاؤں عمارت کے پاس پہنچ کر وہ دیوار سے پشت لگا کر آگے بڑھنے لگے۔ اسی وقت حویلی تیز سیٹی کی آواز سے جیسے جاگ گئی۔ ہر طرف سے روشنی تانک جھانک کرنے لگی اور وہ دیوار سے چمٹے حملہ کرنے کے لئے تیار نظر آنے لگے۔

لان میں ہلچل پیدا ہو گئی تھی، کوئی چیخ چیخ کر سب کو بتا رہا تھا کہ کتے کو گولی ماری گئی ہے اور دشمن گھس آیا ہے۔

"اس طرح اب مشکل ہو جائے گا کام۔۔ میں ان کا دھیان اپنی طرف کرتا ہوں۔۔ تم لوگ اندر گھسو۔۔" اسفند نے کہا اور بغیر جواب سنے وہ واپس دوڑتا چلا گیا۔

"زوبی۔۔ اسفند۔۔" فریحہ کی پریشان آواز سنائی دی۔

"چلو۔ باس اور خرم بھی خطرے میں ہو سکتے ہیں۔۔"

زوبی نے اپنی پریشانی کو ظاہر کیے بغیر کہا تو دونوں آگے بڑھنے لگیں۔ اسی وقت عقب میں تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ چیخیں بلند ہوئیں تو ان دونوں کو ایک بار جھٹکا لگا مگر پھر وہ تیزی سے عمارت کے فرنٹ کی طرف بڑھتی گئیں۔ فائرنگ سے یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ جتنے

لوگ بھی سکیورٹی پہ تھے وہ سب عقبی طرف چلے گئے تھے اور فرنٹ خالی ہو گیا تھا۔

گولیوں کی آواز وقفے وقفے سے گونج رہی تھی اور لوگوں کا شور بھی۔ وہ عمارت میں گھس کر کمروں کو چیک کرنے لگیں مگر کمرے خالی تھے۔

"کیا یہاں کوئی بھی نہیں رہتا؟۔۔" فریحہ نے حیرت سے کہا۔

"میرے خیال سے یہ بس غنڈوں کی آماجگاہ ہے یا پھر دوسری منزل پہ لوگ رہتے ہوں گے۔ ہمیں تہ خانہ تلاش کرنا چاہیے۔۔" زوبی نے کہا۔

ان کے انداز میں پھرتی تھی کیونکہ ایک طرف جمال اور خرم خطرے میں تھے تو دوسری طرف اسفند۔ کمروں کا جائزہ لیتے ہوئے وہ سیڑھیوں کے پاس پہنچیں سیڑھیوں کے نیچے موجود چھوٹے کمرے کا دروازہ کھولا تو اس میں سامنے ایک چار فٹ کا گتے کا ڈبہ پڑا تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اس کاٹن کو کھینچنے لگیں۔ کاٹن ہٹتے ہی انہوں نے دیوار کا جائزہ لیا، زوبی نے دیوار تھپتھپائی تو اس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

"اس کے پیچھے۔۔۔" اس نے دبی دبی آواز میں کہا اور پھر دونوں رستہ

کھولنے کی کوشش کرنے لگیں۔ رستہ کھولنے کے لئے ایک فینسی اور چھوٹا سا ہک، مخالف دیوار پہ تھا جیسے کوئی چیز لٹکانے کے لئے نصب کیا گیا ہو، بالکل ویسا ہی ہک دروازے کی دوسری جانب بھی موجود تھا۔

ہک کھینچتے ہی دیوار ایک طرف سرکنے لگی۔

"تم یہیں رکو۔" زوبی نے کہا اور خود دبے قدموں سیڑھیاں اترتی چلی گئی۔

تہ خانہ ساؤنڈ پروف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچی اور تہ خانے میں بنے کمروں کو چیک کرنے لگی۔ ایک کمرے کو کنڈی لگائی گئی تھی باقی سب کھلے اور خالی تھے۔ اس نے تیزی سے کنڈی کھولی اور یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ سامنے فرش پہ جمال اور خرم ٹیڑھے میڑھے انداز میں لیٹے تھے۔ وہ تیزی سے ان کی جانب بڑھی اور جمال کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع کی، کچھ دیر بعد اسے ہوش میں آتا دیکھ کر وہ خرم کی طرف بڑھی۔

"ہوش میں آؤ جمال۔ خرم۔ ہم خطرے میں ہیں۔" وہ بار بار دہرانے لگی اور اس جملے کا خاطر خواہ اثر ہوا کہ پہلے جمال اور پھر خرم۔ جلدی ہی

ہوش کے دائرے میں داخل ہونے لگے۔

"کک۔۔ کیا ہوا؟۔۔" خرم کی آواز سنائی دی۔

"اسفند باہر اکیلا لڑ رہا ہے سب سے۔۔ جلدی اٹھو۔۔"

اس جملے نے جیسے ان پہ جادو کر دیا۔ وہ تیزی سے کھڑے ہوئے اور آگے پیچھے دوڑتے باہر نکلے۔ زوبی کے اشارے پہ وہ آگے بڑھتے سیڑھیاں چڑھتے تہ خانے سے نکلنے لگے۔

"یہ ہم ہیں فریحہ۔۔" زوبی نے آواز دی تاکہ فریحہ پر سکون رہے۔

جلد وہ راہداری میں موجود تھے۔ باہر فائرنگ ختم ہو چکی تھی جو بیک وقت سکون اور بے چینی کا باعث تھی۔ سکون اس وجہ سے کہ شاید اسفند نے کام کر دکھایا اور بے چینی اس وجہ سے کہ اسفند اکیلا تھا۔ اس کا ہی کوئی نقصان۔۔ وہ تیزی سے باہر دوڑتے گئے اور دروازے کے پاس سے ہی دیوار کے ساتھ چمٹ گئے۔

"تم دونوں اس طرف سے جاؤ۔۔" جمال نے خرم اور زوبی کو کہا۔

انہوں نے زوبی اور فریحہ سے ایک ایک پسٹل لے لیا تھا۔ خرم اور زوبی مخالف سمت سے عمارت کی عقبی طرف بڑھے اور جمال اور فریحہ

دوسری طرف سے۔ جمال اور فریحہ جلد ہی عقب میں پہنچ گئے، رستے میں کسی سے بھی سامنا نہ ہوا جو ان کے لئے حیرت کی بات تھی۔ عقبی طرف پہنچتے ہی وہ ٹھٹک گئے۔

" اسے زندہ رکھنا چاہیے تاکہ پتہ چل سکے کہ یہ یہاں کیسے اور کیوں آیا؟۔"

ایک سخت آواز سن کر جمال کے جسم میں سرد لہر دوڑ گئی، اس کا مطلب تھا کہ اسفند۔۔۔

"گولی مار کر کتوں کے آگے ڈال دو۔۔ یہ انہی کا ساتھی ہو گا جنہیں اندر قید کر رکھا ہے۔۔"

بے پرواہ اور سینے کو چیرتی آواز سن کر جمال زوبی کی طرف پلٹا۔ اس نے پسٹل زوبی کو تھمایا اور خود اس سے چھوٹی مشین گن پکڑی۔ اگر روشنی ہوتی تو اس کا چہرہ دیکھ کر شاید اس کے ساتھی ہی ڈر جاتے۔ وہ جبڑے بھینچے دیوار سے ہٹ کر لان میں اترا اور بے خطر آگے بڑھنے لگا۔ یہ دیکھ کر فریحہ بوکھلا گئی۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ ہی تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ جمال کو کچھ فاصلے پہ سائے نظر آئے جو شاید دائروی شکل میں

کھڑے تھے۔۔ اس نے گن کا دھانہ سیدھا کیا۔

"وہ۔۔ وہ گیٹ پہ۔۔ وہ۔۔۔" وہ بدلی ہوئی آواز اور بوکھلائے ہوئے انداز میں ان کی طرف دوڑتا چلا گیا۔

"کیا ہوا۔۔ کیا ہوا۔۔۔ گیٹ پہ کیا ہوا؟۔۔۔"

مختلف آوازیں سنائی دیں اور ساتھ ہی ٹارچ کی روشنی میں جمال کہ ایک جسم زمین پہ پاؤں رگڑتا نظر آیا اور ٹارچ جمال کی طرف گھومی ہی تھی کہ اس کا دماغ پہلے گھوم گیا۔ ساتھ ہی تڑتڑاہٹ کی آواز کے ساتھ ان گنت چیخیں بلند ہوئیں اور عمارت کی دوسری طرف سے بھی فائرنگ شروع ہوئی۔ سامنے کھڑے سائے چیختے، لہراتے گرتے چلے گئے اور جمال۔ اس نے تب تک ٹریگر سے انگلی نہ ہٹائی جب تک گولیاں ختم نہ ہو گئیں۔ گولیاں ختم ہوتے ہی ٹھائیں کی آواز سے اسے جھٹکا لگا اور یوں محسوس ہوا جیسے کندھے میں گرم سریا گھس گیا ہوا۔ وہ اچھل کر زمین پہ آرہا۔ دوڑنے کی آواز سن کر وہ لیٹا ہی رہا۔ اسے یقین تھا کہ اس کے ساتھی ہی دوڑتے ہوئے آرہے ہیں۔

"جمال۔۔۔ جمال۔۔" زوبی کی آواز سنائی دی۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔ تم لوگ اسفند کو دیکھو۔۔ اسے لے کر نکلو۔ میں احسن کے بغیر نہیں آؤں گا۔ اگر وہ ہاتھ سے نکل گیا تو دوبارہ ہاتھ آنا مشکل ہو جائے گا۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

اسے اپنے کندھے پہ شدید جلن محسوس ہو رہی تھی مگر اس کا اندازہ تھا کہ گولی گوشت پھاڑ کر نکل گئی ہے، ہڈی کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔

"عمارت تو خالی تھی۔۔۔" زوبی نے کہا۔

"وہ دوسری منزل پہ ہے۔۔۔ میں جانتا ہوں۔۔ اسفند کی جان خطرے میں ہے، ان لوگوں کی گاڑی میں ڈال کر جلدی لے جاؤ اسے۔۔" جمال نے کہا اور خود ایک مشین گن تھامے عمارت کی طرف بڑھ گیا۔

پیلس۔۔۔ حسن کا پیلس ثابت ہوا، مختلف رنگ و نسل کی مقامی اور غیر مقامی اپسرائیں اور اپسرا نما حسینائیں چہکتی پھر رہی تھیں۔ وہ پیلس میک اپ اور ملبوسات انڈسٹری کا سب سے بڑا گاہک نظر آ رہا تھا۔ گراؤنڈ فلور پہ تو جیسے دفاتر سجائے گئے تھے، دوسری اور تیسری منزل پہ رہائشیں اور گراؤنڈ فلور۔۔۔ اس کے بارے میں "حُور" کو ابھی کچھ بتایا ہی نہیں گیا تھا۔

جب سے وہ ہوش میں آئی تھی، ہوش و حواس اس سے خفا خفا تھے، پیلس ایسی زندگی تھی جس سے وہ قطعی طور پہ ناواقف تھی اور جیسے پیلس کے نام پہ پوری کائنات چل رہی تھی۔

"مجھے کیا کرنا ہو گا یہاں؟۔"

اس نے ڈرتے ہوئے ایک افسر خاتون سے پوچھا، جس نے اگر لپ سٹک نہ لگائی ہوتی تو گائے ہی ثابت ہوتی۔۔ اس کے بڑے بڑے ہونٹ اسے ایک مشہور ڈش کا عنصر ثابت کرنے پہ تلے ہوئے تھے مگر میک اپ کا شکریہ۔۔ وہ شدید عورت نظر آ رہی تھی۔

"یہ سن لو۔۔۔ مہارانی حُور بن گئی ہے اور اپنا کام نہیں پتہ۔۔" وہ ہاتھ نچا کر بولی۔

"مم۔۔ مم۔۔"

"بکری کہیں کی۔۔ اری تمہیں باس نے بتایا ہو گا کہ تم نے لوگوں کو خوش کرنا ہے۔۔" وہ جھلا کر بولی۔

"بب۔۔ باس۔۔ کون۔۔۔" اس کی حالت معصوم میمنے جیسی تھی جو بھیڑیئے کو دیکھ کر ڈر گیا ہو۔

"ارے باس عاطف۔۔ جن سے تیری پہلی ملاقات ہوئی۔۔ بتا تو۔۔ کیسی رہی ملاقات؟۔۔" اس نے بیہودہ اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"انہوں نے کہا تھا کہ ہوٹل۔۔ جسم۔۔ مجھے یاد نہیں رہا۔۔" لڑکی نے پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔

"تیرا جسم اب ہوٹل بنے گا۔۔ یہی نا؟۔۔ وہ سب سے یہی کہتے ہیں۔ ہوٹل سمجھتی ہے؟۔۔"اس نے ہنس کر کہا۔

"جہاں کھانا کھاتے ہیں۔۔"

لڑکی نے یوں جواب دیا جیسے پوری کلاس میں سے نالائق بچے کو حادثاتی طور پہ جواب مل گیا ہو۔

"صرف کھانا نہیں کھاتے۔ ہوٹل کے گاہک ہوتے ہیں، ہوٹل انہیں ہر سہولت دیتا ہے۔ کھانا۔۔رہنا۔۔ سب کچھ۔۔کچھ چکھتے ہیں۔۔کچھ کھاتے ہیں۔۔ کچھ دیکھتے ہیں۔۔کچھ ایک دن۔۔کچھ مہینوں رہتے ہیں۔۔"

"اس۔۔اس کا کیا مطلب ہوا؟۔۔"لڑکی جیسے پریشان سی ہو گئی۔

"تُو وہ ہوٹل ہے۔۔۔"میڈم نے جیسے عقدہ ہی حل کر دیا ہو۔

"میں ہوٹل۔۔۔"کہتے کہتے وہ سوچ میں ڈوب گئی اور اگلے لمحے وہ بوکھلا کر کھڑی ہوئی۔۔

"یعنی کہ۔۔مم۔۔میں۔۔۔"

"نہیں نہیں۔۔ صرف طوائف وغیرہ نہیں۔۔ تو فلموں کی دنیا کی سپر سٹار ہو گی۔۔ تیری فلموں کی بڑی مانگ ہو گی۔۔" اس نے آنکھ ماری۔

"تم صاف صاف کیوں نہیں بتاتیں۔۔" وہ جیسے آپے سے باہر ہو گئی تھی۔

"تجھے پتہ ہے تہ خانے میں کیا ہوتا ہے؟۔۔" وہ پراسرار لہجے میں بولی۔

"نن۔ نہیں۔۔۔"

"وہاں ہم فلمیں بناتے ہیں۔۔ وہ فلمیں جو شریف آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔۔"

"تم بے حیا عورت ہو۔۔" وہ بات سمجھتے ہی حلق کے بل چیخی۔

"تم بھی ہو جاؤ گی۔۔ کوئی بھی پیدائشی بے حیا نہیں ہوتا۔۔ یہ پورا کورس ہے اور اس کا پہلا استاد معاشرہ، بے لگام علم اور کھلے نظارے ہیں۔۔"

کہتے ہی وہ مڑ کر باہر نکل گئی اور حور ہونٹ چباتے ہوئے اسے جاتے ہوئے دیکھنے لگی۔۔

بیرونی دنیا میں رات ہونے کے باوجود پیلس میں رات بہت دیر سے ہوئی اور جب ہوئی تو یوں ہوئی جیسے وہاں کوئی زندہ ہی نہ ہو۔

شراب شباب۔۔ سب تھک ہار کر یوں سو گئے جیسے کبھی اٹھیں گے ہی نہیں۔ ایک وہ جاگ رہی تھی جس کی پیلس میں پہلی رات تھی اور سب سے تعارف ہی ہوتا رہا۔۔ جیسے ہی رات ہوئی، اس کا ڈر، بے چینی، بے سکونی اور ہکلاہٹ سب غائب ہو گئے اور اس کی جگہ اعتماد، ذہانت اور جرات نے دانت دکھائے۔

وہ دھیرے سے بستر سے نکلی اور آہستگی سے دروازہ کھولتی ہوئی باہر نکلی۔ اس کا رخ سیڑھیوں کی جانب تھا۔۔ پنجوں کے بل چلتی ہوئی وہ سیڑھیاں اتر کر گراؤنڈ فلور پہ پہنچی۔ پیلس کی عمارت کو اندر سے لاک کیا جاتا تھا اور باہر بڑے سے لان میں ہر وقت بیچارے کتے اور خونخوار انسان گھومتے رہتے تھے۔

اسے ویسے بھی بھاگنا تو تھا نہیں، وہ ان کمروں کی طرف بڑھی جو ایک طرح سے وہاں کے دفاتر تھے، کمرے مقفل تھے، اس نے بالوں میں

سے پن نکالی اور پینٹ کی جیب میں سے ایک چھوٹی سی تار۔۔ دونوں کی مدد سے وہ تالا کھولنے کی کوشش میں جٹ گئی۔۔ جلد ہی وہ تالا کھولنے میں کامیاب ہو گئی۔

کمرہ واقعی آفس جیسے سجایا گیا تھا، ایک طرف بڑی سی الماری میں کچھ فائلیں موجود تھیں۔ اس نے پہلا کام فائلیں چیک کرنے کا ہی کیا تھا۔ فائلوں کو سرسری انداز میں پڑھتے ہوئے وہ آفس ٹیبل کی طرف بڑھی۔ آفس ٹیبل پہ فون تو پڑا تھا مگر ڈائل والا حصہ ایک کَور میں مقفل تھا، اس سے نمبر ملانا تب تک ممکن نہ تھا جب تک کَور ہٹایا نہ جاتا۔ اس نے کور ہٹانے کی کوشش بھی نہ کی اور آدھے گھنٹے بعد اس کمرے سے نکل کر اسے لاک کیا اور اگلے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

ایک گھنٹے بعد وہ دوبارہ اوپری منزل کی طرف بڑھ رہی تھی، اس کے چہرے پہ سنجیدگی طاری تھی۔ دفاتر کا سرسری جائزہ وہ لے چکی تھی، تہ خانے کے بارے میں وہ سن چکی تھی، ایک جگہ اب باقی تھی۔ وہ ورکشاپ قسم کی جگہ جو پیلس کے عقب میں تھی جہاں کوئی فیکٹری لگائی گئی تھی۔۔۔

وہ اس وقت سی ہاؤس سے نکلنے والی ٹنل کے ذریعے ایک خفیہ اڈے میں گھس چکا تھا۔ اس کے گیس سلنڈر میں سے گیس ویسے تو ختم ہوئی نہیں تھی مگر اچانک وہاں گھسنے کے لئے اس نے عجیب اور خطرناک ڈرامہ کیا، اس نے آکسیجن ضائع کی اور پھر دروازے کو اس طرح سے چھیڑا کہ اندر سائرن بجے اور وہی ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ ٹنل کی طرف آتے آتے شاید بہت وقت لگ جائے اور اس کی جان بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے مگر اس نے رسک لیا۔۔ اور حقیقتاً وہ غشی کی حالت میں تھا جب ٹنل کا دروازہ کھلا اور کھلی ہوا کے جھونکے کے ساتھ ہی وہ بے ہوش ہو گیا۔

ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تھا تا کہ مخالفین کچھ دیر کے لئے بوکھلا جائیں اور فوری اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ ہو۔۔

پھر اس کی آنکھ ایک ڈاکٹر، دو سکیورٹی اہلکاروں کے بیچ کھلی اور جلد ہی سی ون پہنچ گیا جو اس پہ غصہ ہوا۔ ساحر کو پہلی بار علم ہوا کہ سی ون وغیرہ کو شانی کے انجام کے بارے میں بتانے کی بجائے انہیں یہ بتا کر مطمن کیا گیا تھا کہ وہ شہر سے باہر ہے، شاید سی ون کا باس نہیں چاہتا تھا کہ اس کے لوگ کسی انجانے خوف میں پھنس جائیں اور ساحر نے اس بات کا فائدہ اٹھایا اور جب سی ون اور باقی سب موجود تھے وہ تو اس وقت بھی ہر قسم کے حالات سے نپٹنے کے لئے تیار تھا، پریشان ہونے کی اداکاری اس نے جان بوجھ کی اور ڈاکٹر کی اس بات نے کہ آکسیجن کی کمی کی وجہ سے دماغ پوری طرح ایکٹو نہیں، اس کا بہت ساتھ دیا۔۔ ورنہ موقع بن جاتا تو ڈاکٹر کو لگ پتہ جاتا کہ آکسیجن کی کمی ہے یا ہوش کی زیادتی۔ سی ون اس کے متعلق ہدایات دیتا ہوا نکل گیا۔

"شانی مجھے تمہاری آمد کی امید نہ تھی، میرے خیال سے تو تم نے بے وقوفی کی ہے اس طرح آکر ۔۔" ایس ون نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں خود بھی اس طرح نہیں آنا چاہتا تھا مگر کیا کروں، گھوڑا عین وقت

پہ پنکچر ہو گیا۔۔" ساحر نے افسوس میں سر ہلایا۔

"کیا مطلب؟۔۔گھوڑا کیسے پنکچر ہو گیا؟۔۔" ایس ون کے منہ سے الفاظ پھسلے۔

"گھوڑے کے سموں کے نیچے لوہے کے جوتے لگائے جاتے ہیں، پہلے میں اسے جوگر لگواتا تھا، اس بار غلطی سے ایک اچھے برانڈ کے مہنگے جوتے ٹُھکوا دیئے اور بیچ رستے ایک جوتا پنکچر۔۔۔" اس نے منہ بنایا۔

ایس ون نے ڈاکٹر اور اپنے ماتحت کی طرف حیرت سے دیکھا۔

"میرا خیال ہے آکسیجن کی کمی کا گہرا اثر پڑا ہے۔۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"بالکل۔۔اسی لئے گھوڑا چھوڑ کر اب میں گدھوں کی سواری کرنا چاہتا ہوں۔۔"

اس نے انگڑائی لی اور اس سے پہلے کہ کوئی کچھ سمجھتا، وہ اڑتا ہوا ایس ون پہ گرا اور اسے لئے ہوئے پچھلی دیوار سے ٹکرایا۔۔اس نے پوری محبت سے ایس ون کا سر دیوار سے دے مارا اور ایس ون اس کی محبت کی شدت کے سامنے گھٹنے ٹیکتے، دانت چمکاتے لہرا کر گرنے ہی لگا تھا کہ ساحر نے ایس ون کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔

"کہاں چلی میری پتلی کمریاوالی جانِ ایس ون۔۔۔"

اس نے عاشقانہ لہجے میں کہا اور اسے دونوں ہاتھوں پہ اٹھا کر یوں گھمایا جیسے آڑھتی بوری کو گھما رہا ہو اور ایس ون اڑتا ہوا، ہونق بنے اپنے ماتحت پہ گرا اور وہ چیختا ہوا بیڈ سے ٹکرایا، ادھر ڈاکٹر جیسے کومے سے باہر نکلا اور دروازے کی طرف دوڑا۔

"میری سچی محبت۔۔۔"

کہتے ہوئے وہ یوں ڈاکٹر پہ جھپٹا جیسے کرکٹ میچ میں قومی کھلاڑی گیند کو باؤنڈری تک پہنچے سے روک رہا ہو۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس نے واقعی ڈاکٹر کو روک لیا تھا اور روکا بھی اس طرح کہ ڈاکٹر کے منہ سے چیں تک نہ نکل پائی تھی۔

"وہاں کونے میں کھڑے ہو جاؤ۔ ورنہ اگر میں رانجھا بن سکتا ہوں تو مہینوال بھی۔ میرا مطلب ہے قیدو بھی۔۔۔" اس نے غرا کر ڈاکٹر سے کہا تو وہ سہم کر عقبی کونے کی طرف بڑھ گیا۔

"اس جملے کا مطلب کیا تھا۔" وہ سوچ میں ڈوبتے ہوئے بڑبڑایا۔

"خیر نکل گیا منہ سے تو نکل گیا۔" اس نے کندھے اچکائے۔۔

ایس ون کا ماتحت کھڑا ہو چکا تھا۔

"میری تیسری سچی محبت۔۔۔" کہتے ہوئے وہ اس کی طرف بڑھا تو وہ بھی غصیلے انداز میں اس کی طرف دوڑا۔

"اس سے شادی ہوئی تو رن مریدی پکی۔۔ ہت۔۔۔ مرد مریدی۔۔" وہ اچانک اچھلا اور کلاک وائز گھومتے ہوئے اس کے پاؤں کا نچلا حصہ پوری قوت سے سامنے سے آتے سانڈ کے منہ پہ پڑا اور وہ چیخ کر دیوار سے ٹکرایا۔۔ اس کے قدم جیسے ہی زمین سے لگے، وہ تیزی سے آگے بڑھا اور مخالف کا ہاتھ گھوم گیا، اس نے جھکتے ہوئے خود کو بچایا اور پھر اٹھتے ہوئے ساحر کا مکہ ٹھوڑی کے نچلے حصے سے یوں ٹکرایا کہ کٹک کی آواز کے ساتھ اس شخص کی گردن کو عقبی طرف جھٹکا لگا اور اس کا منہ آسمان کی طرف اٹھا اور وہ گھوم کر دھڑام سے نیچے گرا۔

"کک۔۔ کون ہو تم؟۔۔۔" ڈاکٹر ہکلایا۔

"شانی کی نانی۔۔" وہ مسکرایا اور تیزی سے ساکت افراد کی طرف بڑھا، اس نے تیزی سے ان کی جیب سے موبائل نکالے اور پھر ڈاکٹر کو بھی اشارہ کیا تو اس نے اپنا موبائل نکال کر اسے پکڑا دیا۔

"باہر چلو۔۔۔سی ون کے کمرے کی طرف۔۔ جلدی۔۔" وہ اچانک ہی مر جانے کی حد تک سنجیدہ نظر آنے لگا تو ڈاکٹر بھگوڑے طالبعلم کی طرح باپ کے ساتھ۔۔۔ ساحر کے ساتھ باہر کو بڑھا۔۔۔

"دروازہ لاک کرو۔۔" اس نے کہا تو ڈاکٹر نے جیب سے چابی نکال کر اس دروازے کو لاک کر دیا، اب ایس ون اور اس کا ساتھی کمرے میں قید ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر کی رہنمائی میں وہ سی ون کے کمرے کے سامنے پہنچا ہی تھا کہ اس نے جھپٹ کر ڈاکٹر کا منہ بند کرتے ہوئے اس کی گردن پہ دباؤ ڈالنا شروع کیا، ڈاکٹر کی آنکھیں یوں باہر کو نکلیں جیسے "ان کا بل دیکھ کر مریضوں کی نکلتی ہیں" اور تب تک دباؤ ختم نہ کیا گیا جب تک ڈاکٹر صاحب بے ہوش نہ ہو گئے۔

ڈاکٹر کے بے ہوش ہوتے ہی اس نے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور جیب سے پسٹل نکالتے ہوئے اندر داخل ہوا، خالی کمرہ اور دیوار پہ سکرینوں کی بہتات دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا اور پھر اسے ملحقہ کمرے سے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی تو وہ تیزی سے اس کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اور دروازہ کھولا، سامنے بیڈ پہ سی ون کے لباس میں بغیر نقاب کے ایک شخص بیٹھا ریسیور تھامے شاید کسی کا انتظار کر رہا تھا اور جیسے ہی وہ

بولا، ساحر کے پسٹل سے مزید صبر نہ ہوا ٹھائیں کی آواز سے سی ون کی چیخ کمرے میں گونج گئی اور ریسیور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔۔ وہ دھڑام سے نیچے، فرش پہ آ گرا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"تت۔۔۔ تم۔۔۔ تمہاری جرات۔۔"

ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ریسیور کے پرخچے اڑ گئے اور دوسری طرف اے ون جو شاید سب سن رہا تھا، اس سہولت سے محروم کر دیا گیا۔

"شانی۔۔۔ تت۔۔ تمہیں کیا ہو گیا۔۔۔ ہ۔۔۔ ہے؟۔۔"

"مجھے۔۔۔ مجھے پیار ہو گیا ہے۔۔" شانی ایڑیوں کے بل یوں گھوما جیسے رومانٹک جوڑا ناچتے ہوئے گھوم گیا ہو۔

"ت۔۔۔ تت۔۔ تم کون ہو؟۔۔۔ تم شانی۔۔"

"میں اس کی نانی۔۔۔ ہت۔۔۔ نانی تو مونث ہوتی ہے۔۔ نانا۔۔۔ مگر یہ شانی سے ہم قافیہ نہیں۔۔۔ خیر۔۔ مسٹر سی ون۔۔۔ سی سی کرنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔۔" مزاحیہ انداز میں بات کرتے کرتے اس کا

چہرے سرد ترین ہوتا چلا گیا، اتنا سرد کے سی ون کا چہرے کا رنگ متغیر ہوتا چلا گیا۔

"کون ہو تم؟۔۔"

"میں۔۔میں معذرت خواہ ہوں۔۔ابھی مجھے بھی اس کا جواب نہیں ملا۔۔"

اس نے پسٹل سی ون کی کی نال اس کی طرف کی اور اگلے لمحے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ سی ون کی چیخ بلند ہوئی۔

"ابھی تک اینٹ نما سیٹلائیٹ فون استعمال کر رہے ہیں کنجوس۔۔ خیر میرے پاس تو یہ بھی نہیں۔۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھا اور تڑپتے ہوئے سی ون کے پاس پہنچا ہی تھا کہ وہ یکبارگی اچھل کر اس سے ٹکرایا اور اسکی زوردار ٹکر ساحر کے چہرے کی طرف بڑھی، اگر وہ بوکھلا کر ایک قدم پیچھے نہ ہوا ہوتا تو ناک تو گئی تھی، پسٹل اس کے ہاتھ سے نکل کر کہیں کھو گیا تھا۔ ابھی وہ سنبھلا بھی نہیں تھا کہ سی ون کا ہاتھ گھوما اور اس کا مکہ ساحر کے پہلو میں گھسا اور وہ اوغ کی آواز نکالتے ہوئے اس طرف جھکا، سی ون کا دوسرا ہاتھ

گھوما اور ایک طرف جھکے ساحر کی گردن پہ مکہ پڑا اور وہ اچھل کر زمین پہ گرا، اسی وقت سی ون کی لات حرکت میں آئی اور ساحر کے چہرے کی طرف بڑھی۔

"بس بچوا۔۔۔ بہت کھیل لئے تم۔۔۔"

وہ زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ بولا، اس نے سی ون کی لات چہرے پہ پڑنے سے پہلے ہی ہاتھ سے روک لی تھی اور نہ صرف روکی بلکہ کھینچ کر سی ون کے جسم کا توازن بگاڑ دیا اور ایک ہاتھ کے بل پہ اس کی لات یوں اوپر اٹھی جیسے وہ سر کے بل ٹانگیں کھڑی کرنے والا، مگر وہ ٹانگ سی ون کی ٹھوڑی پہ پڑی اور وہ چیخ کر پیچھے دوڑتا چلا گیا، ادھر ساحر اچھل کر کھڑا ہو گیا اس کے چہرے پہ سکون مگر آنکھوں میں ناپسندیدگی کے تاثرات دیکھے جاسکتے تھے، یہ ناپسندیدگی سی ون کے لئے نہیں، اس کے اپنے لئے تھی کہ اس نے سی ون کو کم سمجھا۔

"مسٹر سی ون۔۔۔ میں خود پہ بہت غصہ ہوں۔۔ مجھے اپنے آپ پہ یہ غصہ نکالنے کا موقع مت دو۔۔" وہ دھیمی مگر سرد آواز میں بولا۔

اس کے تیور، آواز اور چہرے کے تاثرات دیکھ کر سی ون کا ایک بار جی

چاہا کہ اس کی بات مان لے۔۔ مگر وہ ۔۔ سی ون تھا۔۔ اس کے سامنے دشمن تھا۔۔ سر جھٹکتے ہوئے وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

عام آدمی کی زندگی کی طرح ماحول پہ عجیب سی مایوس دانی لگی ہوئی تھی جس میں سے امید کی بھنبھناہٹ سنی تو جاسکتی تھی مگر وہ اندر گھس نہیں پارہی تھی، ہر شخص پریشان حال نظر آرہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے سب کے سب کسی فوتگی پہ دعا کے لئے حاضر ہوئے ہوں۔

ملک کے حالات بھی ایسے ہی تھے اور شاید انہی حالات کا موثر حل نکالنے کے لئے سب کو دعوت دی گئی تھی جس وجہ سے میٹنگ ہال میں اہم اداروں کے سربراہان کے علاوہ مذہبی اہم شخصیات بھی موجود تھیں۔ کافی دیر سے شرکاء میٹنگ روم میں پہنچ رہے تھے۔ صدرِ مملکت اس بار غیر ملکی دورے پہ تھے اور اپنے پلان کو اچانک پس پشت ڈال کر بین الاقوامی سطح پہ ملک و قوم کی سبکی کرنے سے بہتر انہوں نے وزیر اعظم کو اس معاملے کی سنجیدگی اور اپنی خیالات سے آگاہ کرتے ہوئے میٹنگ کی سربراہی کرنے کا کہا جس وجہ سے آج کی میٹنگ کی صدارت وزیرِ اعظم نے کرنی تھی۔

جب میٹنگ ہال میں تمام شرکاء پہنچ چکے تو وزیرِ اعظم بھی تشریف لے آئے، سب نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور ان کے بیٹھتے ہی سب لوگ بیٹھتے چلے گئے، پی ایم نے وزیرِ اطلاعات کی طرف دیکھا۔

"معزز حاضرین، موجودہ صورتحال سے کوئی بھی ناواقف نہیں ہے پھر بھی کاروائی کے طور پہ مختصر سا پسِ منظر بتا دیتا ہوں۔ میٹنگ کا صرف اور صرف ایک اہم ترین مقصد ہے، جماعت بندی کے نام پہ ہونے والے فسادات اور دھڑے بازی کا سدباب۔ یہ ملک جس بنیاد پہ حاصل

کیا گیا ہے وہ ہم جانتے ہیں لیکن شاید ماننے میں کمی ہے۔ صداقت علی کے بہیمانہ قتل کے بعد حالات نے جو رخ لے لیا ہے وہ بہت ہی پریشان کن ہے۔ ہمیں تو سمجھ نہیں آ رہی کہ اچانک یہ ہو کیا گیا ہے، اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ یہ سانحہ قابلِ مذمت ہے اور اس پہ کاروائی جلد سے جلد ہونی چاہیے مگر اس میں جماعت بندی کا رنگ کس نے کب، کیسے اور کیوں بھر دیا یہ بڑی اچھنبے کی بات ہے۔۔ کب اور کیسے کا تو علم ہو ہی جائے گا وقت کے ساتھ، کیوں یہ رنگ دیا گیا، اس کا مقصد ملک کی تباہی کے علاوہ کیا ہو سکتا ہے۔"

وہ سانس لینے کو رکے۔

"اس بار ہماری جنگ سرحد سے باہر تو ہی نہیں، نہ ہی اپنوں سے ہے، جنگ ہے اپنے اندر کی، برداشت، بصارت اور بصیرت کی۔۔ جہاں بڑے شہر اس لپیٹ میں آ رہے ہیں وہیں چھوٹے شہر اور علاقوں کے لوگ جوق در جوق بڑے شہروں میں ہونے والے جلسے جلوسوں میں شامل ہونے کے لئے پہنچ رہے ہیں اور ہر جگہ دنگا فساد ہی نظر آ رہا ہے، کوئی عبادت گاہ محفوظ نہیں رہی، کوئی جماعت اس مسئلہ سے الگ نہیں۔ صدر صاحب اور پی ایم صاحب سمیت ہر محبِ وطن یہ چاہتا ہے

کہ اس مسئلہ کو جلد سے جلد حل کیا جائے۔۔" اتنا کہہ کر وزیرِ اطلاعات نے دوبارہ کرسی سنبھال لی۔

"حل تجویز کریں۔۔۔" پی ایم نے باوقار لہجے میں کہا۔

"جناب۔۔ ظاہری بات ہے کہ یہ بیرونی عناصر کی سازش ہے اور اداروں کو اس کی بیخ کنی کرنے پڑے گی۔۔" ایک طرف سے آواز آئی۔

"کس طرح؟۔۔۔اصل سوال یہ ہے۔۔" دوسری آواز۔

"دیکھیں بیرونی عناصر اس میں شامل ہیں، یہ ضروری نہیں، لیکن عناصر بیرونی ہوں یا اندرونی، فی الوقت حالات پہ کیسے قابو پایا جائے؟۔۔" پی ایم نے پوچھا۔

"فوج کو کنٹرول دیا جائے۔۔۔" ایک رائے دی گئی۔

"معذرت کے ساتھ، ہمیں کنٹرول لینے میں کوئی مشکل نہیں مگر ہر مسئلے کا حل فوج نہیں، سب کی اپنی اپنی ذمہ داری ہے۔ فوج کو کنٹرول دے کر کہیں ہم عوام اور آرمی کے پر خلوص رشتے کو کمزور نہ کر دیں، ہمارے لئے ملکی دفاع بھی اہم ہے اور اپنی قوم کا اعتماد بھی۔ مذہب ہر

انسان کے لئے اہم اور حساس معاملہ ہے، اس میں بہت سنبھل کر چلنا پڑتا ہے۔" آرمی چیف نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میری رائے ہے کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔۔ یہ کام علما مذہبی کو کرنا چاہیے۔" آئی بی کے چیف کرنل عابد نے کہا۔

"وہ کیسے ؟۔۔۔" ایک مذہبی رہنما نے پوچھا۔

"دیکھیں ہر جگہ مر تو اسی قوم کے لوگ رہے ہیں، اس قوم کا نقصان ہو رہا ہے ، جانی بھی ،مالی بھی، اخلاقی بھی اور معاشرتی بھی۔۔۔ اب ضرورت ہے کہ رہنما ایک ہو کر یکجہتی کا پیغام دیں اور سب کو ٹھنڈا کریں۔۔" آرمی چیف نے کہا۔

"بات تو دل کو لگتی ہے۔۔" وزیرِ دفاع حسن امیر نے کہا۔

"ہم بہت کوشش کر چکے ہیں، جب ہم سب کچھ نرم کر چکتے ہیں تو کہیں نہ کہیں پھر کوئی فساد ہو جاتا ہے اور یقین مانیں کہ جہاں ہر جماعت میں جذبات پرست پائے جاتے ہیں وہیں دانا لوگ بھی ہیں جو حقیقی معنوں میں مذہب پہ عمل پیرا ہیں، مگر ان کی تعداد ان لوگوں کی نسبت کم ہے جو واویلا کرنا پسند کرتے ہیں، ہم بھی بے بس ہو جاتے ہیں۔۔" ایک

رہنما نے کہا۔

"یہ مسئلہ بھی حقیقی ہے۔۔" پی ایم نے کہا۔

" آپ نے اب تک انفرادی سطح پہ کوشش کی ہو گی، اجتماعی سطح پہ کر کے دیکھیں، یعنی تمام جماعتوں کے بااثر افراد ایک پلیٹ فارم پہ رہ کر۔۔" وزیرِ داخلہ نے رائے دی۔

"میرے خیال سے ذہن سازی انفرادی سطح پہ ہو گی تبھی سب حضرات کو ایک پلیٹ فارم پہ دیکھنا پسند کیا جائے گا، اچانک سب کا ایک ہو جانا پہلے سے چل رہی سازش کو ہوا نہ دے دے۔۔" پی ایم نے خدشہ ظاہر کیا۔

" آپ کی بات درست ہے جناب۔۔۔ "

"مجھے امید تھی کہ شاید اس میٹنگ میں بھی کسی نہ کسی بات پہ اختلاف ہو گا اور پھر میٹنگ شاید مچھلی منڈی بن جائے مگر یہ دیکھ کر بہت اچھا لگا کہ سب اس صورتحال سے نکلنے پہ کمر باندھے ہوئے ہیں، اور اتنے حساس موضوع پہ اتنی پر سکون میٹنگ کا مطلب ہے کہ جو طاقت بھی یہ سب کر رہی ہے اس کے ہرکارے یہاں نہیں ہیں، آپ بہت تیزی

سے انفرادی سطح سے اجتماعی سطح تک کام کریں اور اس مسئلے کو سمیٹ لیں۔۔" پی ایم نے کہا۔

"اور میری رائے ہے کہ اپنی اپنی جماعت کے با اثر افراد کو پہلے قائل کریں، چاہے وہ بزنس مین ہیں، ملازم، سیاستدان یا طالبعلم۔۔ اس کارِ خیر میں سب کو شامل کریں۔۔" کرنل عابد نے کہا۔

"بالکل۔۔۔ اس طرح آپ تیزی سے کام کر سکیں گے جب ہر علاقے کے بااثر افراد آپ کے ساتھ آ کھڑے ہوں گے۔۔" پی ایم نے کہا۔

"اور سر۔۔ اگر اسے پروٹوکول کی خلاف ورزی نہ سمجھا جائے تو۔۔ صداقت علی کے کیس کے حوالے سے کوئی پیش رفت؟۔۔" ایک طرف سے سوال آیا۔

"اس پہ ہماری آئی بی کام کر رہی ہے۔۔ جلد ہی یہ عقدہ حل ہو جائے گا اور سب نارمل ہو جائے گا۔۔۔"

پی ایم نے کہا اور کھڑے ہوئے، اس کے ساتھ ہی سب تیزی سے کرسیوں سے کھڑے ہوئے اور پی ایم بغلی دروازے کی طرف چل دیئے۔

اس نے سر جھکا کر بچنے کی کوشش کی مگر بے سود، دھماکے کے ساتھ اس کے ہوش، بریک ٹائم سکول سے بھاگے بچے کی طرح رفو چکر ہو گئے اور پھر گال پہ تپش کے احساس کے ساتھ اس کی آنکھیں کھلیں اور اس نے خود کو لاشعوری طور پہ جھٹکا دیا مگر کامیابی حاصل نہ ہو سکی کیونکہ اسے کرسی پہ باندھا گیا تھا۔

"تو ہوش آ گیا میرے سورمے کو؟۔" سامنے کھڑا شخص طنزیہ انداز میں مخاطب ہوا۔

"یہ۔۔کیا ہے۔۔۔تم تو۔۔۔تم۔۔" اس کی حیرت حقیقی تھی، اسے واقعی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ کیا ہوا اور کیسے ہو گیا۔۔

"تم نے مجھے بے وقوف سمجھ رکھا تھا؟۔۔۔"وہ ہنسا۔

"نہیں۔۔بالکل بھی نہیں۔۔میرے ماں کہتی تھی کہ کسی کو بے وقوف نہیں سمجھنا چاہیے۔۔۔"اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر کیا سمجھنا چاہیے ؟۔۔"وہ مسکرایا۔

"کچھ الو کے پٹھے بھی ہوتے ہیں، اس بات کی وجہ سے میری ماں مر گئی۔۔ ایک الو کے پٹھے کی وجہ سے۔۔۔"اس نے گلوگیر لہجے میں کہا مگر یہ بات سن کر سامنے والے کی، جو کہ شعیب تھا، پارہ چڑھ گیا۔

"تمہاری یہ زبان جلد ہی چپ کر جائے گی۔۔"وہ غرایا۔

"میری ماں کہتی تھی۔۔۔"

"بھاڑ میں جاتو اور تیری ماں۔۔۔"وہ حلق کے بل چیخا۔

"وہ کہتی تھی کہ بھونکنے والوں کی پرواہ نہیں کرتے، ایک بار اس نے پرواہ کی اور وہ۔۔۔"

"منہ بند کر اپنا۔۔۔"

شعیب غرا کر اس کی طرف بڑھا اور اس کا ہاتھ پوری قوت سے گھوما، تڑاخ کی آواز کے ساتھ عباس کا چہرہ گھوم گیا مگر اسے بھی تیزی سے وہ کرسی سمیت اچھلا اور اس کی ٹکر شعیب کی ناک پہ لگی اور وہ چیخ کر پیچھے کو الٹا اور عباس کرسی سمیت اس پہ گر گیا۔۔ عباس کو جیسے دورہ پڑ گیا ہو۔۔۔ وہ ٹکر پہ ٹکر مارتا گیا اور شعیب چیختا چلا گیا مگر وہ رکا نہیں۔۔۔ دوڑتے قدموں کی آواز سن کر بجائے رکنے کے، اس نے اور تیزی سے ٹکریں مارنا شروع کر دیں اور جب اسے کھینچ کر شعیب سے الگ کیا گیا، شعیب کا چہرہ بس سرخ رنگ کا لوتھڑا سا محسوس ہو رہا تھا اور عباس کا اپنا چہرہ خون سے نہایا ہوا نظر آ رہا تھا، ابھی تک اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

"پاگل ہو تم؟۔۔" سامنے والے نے غرا کر کہا اور اس کی لات گھومی اور عباس کرسی سمیت الٹ کر پشت کے بل زمین پہ گرا۔

"ماں کے بارے میں کوئی بکواس نہیں سنوں گا۔۔" وہ جیسے خود سے بات کر رہا ہو۔

" اس کو جلدی ہسپتال لے جاؤ اور باس کو اطلاع کرو۔۔ جلدی۔۔" عباس کو لات مارنے والے نے تیزی سے کسی کو ہدایات دیں اور تھوڑی

دیر بعد شعیب کو وہاں سے لے جانے کے بعد عباس کی کرسی سیدھی کی گئی۔۔ وہ خاموش اور سرد نظروں سے سامنے موجود شخص کو گھور رہا تھا۔

"تمہارا نام؟۔۔" اس نے پوچھا۔

"میری ماں نے اور نام رکھا ہے باپ نے اور۔۔ کونسا بتاؤں؟۔۔" وہ سنجیدہ ہی تھا۔

"جو پسند ہے وہ بتادو۔۔۔" اس نے جان چھڑائی۔

"شہزادہ۔۔۔ یہ میری ماں کہتی تھی۔۔" وہ مسکرایا۔

"بس ماں کا حوصلہ تھا، وہی تمہیں یہ کہہ سکتی ہے۔۔" سامنے والا بھی ستم ظریف نکلا۔

"کیا مطلب کہتی تھی؟ تمہاری ماں مر گئی؟۔۔" وہ چونک گیا۔

"ایک بار اس نے مجھے شہزادہ کہا تو میرے باپ کو غصہ آگیا اور اس نے میری ماں کو مار دیا۔۔۔" عباس نے جواب دیا۔

"کیوں؟۔۔ شہزادہ کہنے پہ باپ کو غصہ کیوں آگیا، اسے تو خوش ہونا چاہیے تھا؟۔۔"

یوں لگ رہا تھا جیسے وہ گپ شپ کے لئے ہی بیٹھے ہوں، عباس اسے اپنی باتوں میں گم کر چکا تھا۔۔۔ مگر عباس بھی سنجیدہ اور تہہ دل سے بات کر رہا تھا۔

"میری ماں نے کبھی بھی میرے باپ کو بادشاہ نہیں کہا، اور اچانک سے مجھے شہزادہ کہنے لگی تو باپ کو شک ہوا کہ کوئی بادشاہ بھی ہے۔۔ بس پھر۔۔۔"

اس نے کہا تو سامنے والے کا جی چاہا کہ کھل کر قہقہہ لگائے مگر اسے عباس کی دیوانگی یاد آگئی جس کے بعد شعیب ہسپتال کے درشن کرنے بھیجا گیا تھا تو وہ رک گیا۔

قدموں کی آواز سن کر وہ چپ کر گیا، اگلے لمحے دروازے سے ایک دراز قد نوجوان اندر داخل ہوا، وہ مقامی ہی تھا، گندمی رنگ، چوڑا سینہ اور سرخ آنکھیں۔ دیکھنے والے پہ شخصیت کا رعب ضرور پڑتا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے عباس کی طرف چونک کر

دیکھا، تب تک ایک خالی کرسی اس کے پاس رکھتے ہوئے دوسرا شخص ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"تم کافی دنوں سے شعیب کا پیچھا کر رہے تھے۔۔ وجہ؟۔۔" کرسی پہ بیٹھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔۔" عباس نے گھبرا کر کہا۔

"تم میک اپ بدل سکتے ہو مگر شخصیت نہیں، اب یہ مت کہنا کہ جیب کترے ہو، جیب کترے میک اپ نہیں کر سکتے۔۔"

"یہ میک اپ تو میں نے اپنی ماں سے سیکھا تھا۔۔" اس نے جواب دیا۔

"کیا بکواس ہے۔۔۔" اسے غصہ آ گیا۔

"جو میک اپ خواتین کو آتا ہے اس کے سامنے یہ میک اپ ایسے ہی ہے جیسے ہیوی بائیک کے سامنے ویسپا۔۔"

"گڈ۔۔۔ تم چالاک انسان ہو، مجھے میرے سوال سے ہی ہٹا دیا۔۔۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں، میں جیب کترا ہی ہوں اور جب مجھے اچھی رقم کی پیشکش ہوئی تو حامی بھر لی، جیب کترنے میں ہزار مسائل ہیں جب کہ یہ کام آسان بھی ہے اور مسئلہ بھی کوئی نہیں۔۔"

"یہ بات مان بھی لی جائے تو میک اپ ۔۔اسے کہا ایڈجسٹ کرو گے ؟۔۔" وہ مسکرایا، جیسے ایک بچے سے کھیل رہا ہو۔

"اس کام میں روز نیا چہرہ بہت مدد دیتا ہے، تھوڑا خرچہ ہو جاتا ہے مگر میں ایک بار ہی سیمنٹ ،ریت بجری وغیرہ سٹاک کر لیتا ہوں جس سے بچت ہو جاتی ہے۔"

سیمنٹ۔۔۔یہ سب کس لئے ؟۔۔" اس نے سٹپٹا کر کہا۔

"میک اپ کے لئے، فولادی۔۔۔میک اپ۔۔" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اور جو تم روز شعیب کا پیچھا کرتے رہے ؟۔۔"

وہ مسکرایا تو عباس کو یکلخت چپ لگ گئی، کیونکہ اس کا کوئی مناسب جواب نہ تھا، میک اپ والی بات بھی وہ مان چکا تھا، اب یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کوئی اور تھا۔۔میں کوئی اور ہوں۔

"تو دلچسپ بحث ختم ہوئی۔۔۔کون ہو تم ؟۔۔" وہ غرایا۔

عباس کے بولنے سے پہلے ہی اس شخص کے فون کی گھنٹی بجی تو اس نے چونک کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور موبائل نکال کر دیکھا۔

"یس باس۔۔۔" اس نے کہا۔

"یس باس۔۔ میں پہنچ جاتا ہوں۔۔ اور ایک رپورٹ دینی تھی کہ شعیب کا پیچھا کرنے والا پکڑا جا چکا ہے، میں اسی سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔۔" اس نے دوسری طرف سے بات سننے کے بعد کہا۔

"اوکے باس۔۔ میں کہہ دیتا ہوں۔۔"

اس نے کہا فون کان سے ہٹا کر جیب میں ڈال لیا۔

"عارف۔۔۔ اسے پوائنٹ نمبر چھ پہنچا دو، میں اور باس بھی وہیں ہیں۔" اس نے کرسی سے اٹھتے ہوئے ہدایات دیں اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔

عین اسی وقت عباس کی جیب میں موجود موبائل میں وائبریشن پیدا ہوئی اور اس نے یوں سر ہلایا جیسے کہہ رہا ہو کہ۔۔ "سمجھ گیا۔۔۔"

وہ تیز تیز قدم اٹھاتا عمارت کی جانب بڑھ رہا تھا، اس کا چہرہ سخت ہو چکا تھا اور آنکھوں میں غصہ ٹھاٹیں مار رہا تھا۔۔۔ اچانک اس کے پیر زمین نے پکڑ لئے۔ فضا میں ایک چیخ گونج اٹھی تھی۔۔۔ یہ چیخ فریحہ کی تھی۔

"اسفند۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" جس درد سے یہ چیخ گونجی تھی، اس کا دل دھک سے رک گیا اور جیسے اس کی روح قبض کر لی گئی ہو۔ وہ روبوٹ کی طرح مڑ کر اندھیرے میں گھورنے لگا۔

"حوصلہ رکھو فریحہ۔۔ حوصلہ۔۔۔" خرم کی رندھی ہوئی، دھیمی آواز سنائی دی۔

"زز۔۔زوبی۔۔اسفند۔۔۔اسفند سانس نہیں لے رہا۔۔۔" فریحہ کی درد بھری آواز سنائی دی۔

"میں جانتی ہوں۔۔۔ حوصلہ رکھو۔۔" زوبی کی گلوگیر آواز سنائی دی اور پھر رونے کی آواز کے علاوہ کچھ دکھائی یا سنائی نہ دیا تو وہ واپس مڑا۔

"اِنا للہ وانا الیہ راجعون۔۔۔"

اس نے آنسوؤں سے وضو کرتے ہوئے کہا اور سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا، اس کی گن کی نال غضبناک ہوتی نظر آئی اور وہ پتھر سا چہرہ لیے عمارت کے دروازے کو لات مار کر کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا اور ہر قسم کی احتیاط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔۔ اس کی شعوری حالت کا دور دور تک کوئی پتہ نہ تھا، اس کے جسم میں جیسے لاوا ابل رہا تھا، وہ پوری عمارت کو جلا کر راکھ کر دینا چاہتا تھا۔۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ وہاں موجود ہر شخص کو نوچ ڈالے۔ اس کے سامنے جو آتا اس سے صرف گولی بات کرتی، یہی امید تھی مگر خیریت رہی کہ کوئی سامنے ہی نہ آیا۔۔۔ وہ دروازے چیک کرتا آگے بڑھتا چلا گیا، زیادہ تر کمرے کھلے اور خالی تھے، ایک دروازہ اندر سے بند تھا، اس نے گن کی نال لاک پہ رکھ کر ٹریگر دبا دیا اور تڑتڑاہٹ کے ساتھ، لاک تو کیا دروازے میں ہی سوراخ ہو گیا۔ اس نے دروازے کو لات ماری اور قلابازی مار کر جسم کو رول کرتے ہوئے اندر داخل ہوا اور ٹھائیں کی

آواز کے ساتھ گولی اس کے سر سے گزرتی چلی گئی اگلی آواز تڑتڑاہٹ کی تھی جس کے بعد چیخ ابھری اور خاموشی چھا گئی، وہ سامنے دیکھتے ہوئے تیزی سے کھڑا ہوا۔

سامنے احسن چوہدری فرش پہ گرا ٹانگ تھامے چیخ رہا تھا، جمال نے تمام تر غصے اور دیوانگی کے باوجود اسے جان سے نہیں مارا تھا۔۔۔ وہ نفرت سے احسن کو دیکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

"کس کا کتا ہے تو؟۔۔" وہ غرایا۔

"منہ سنبھال کر بات کر سرکاری کتے۔۔" احسن غرایا۔

" اس وقت میں صرف سرکاری نہیں، ایک بھائی اور دوست بھی ہوں۔۔۔" وہ غرایا اور ٹریگر دبا دیا، اس بار احسن کی دوسری لات نشانہ بنی تھی اور وہ چیخ کر اکٹھا ہو گیا جیسے بہت سردی لگی ہو۔

"تیرے پیچھے کون لوگ ہیں؟۔۔" وہ بہت ضبط سے کام لے رہا تھا۔

"اور تیرے اور تیرے افسروں کے بھی باپ ہیں حرامزادے۔۔" وہ چیخا۔

جمال تیزی سے آگے بڑھا اور اس کی ٹھوکر احسن کے منہ پہ لگی اور وہ چیخ کر سیدھا ہوا ہی تھا کہ جمال کا ایک پاؤں اس کی گردن پہ پہنچا اور گن کی نال احسن کی آنکھ پہ۔

"کانا ہونا ہے یا بتاتے ہو۔۔" وہ غرایا۔

"بھاڑ میں جاؤ رشوت خورو۔۔۔" وہ بھی کتے کی دم کا رشتہ دار تھا۔

"او کے۔۔۔" جمال نے سفاکی سے کہا اور گن کی نال تھوڑی اوپر اٹھا کر اس نے پوری قوت سے احسن کی آنکھ میں دے ماری اور احسن چیخ کر تڑپا مگر جمال کے وزن کی وجہ سے وہ اچھلنے سے قاصر رہا۔۔ گن کی نال کا کافی حصہ احسن کی آنکھ میں گھس چکا تھا اور جمال نے اسے یوں ہلایا جیسے دیوار سے کیل نکالنے کے لئے اسے گھمایا جاتا ہے کہ آسانی سے نکل آئے۔

کمرہ احسن کی فلک شگاف چیخوں سے گونج اٹھا۔

"کون ہے تیرے پیچھے؟۔۔"

"اسے باہر نکالو۔۔ باہر نکالو اسے۔۔۔" وہ بلبلایا۔

"کون ہے تیرے پیچھے؟۔۔"

"بب۔۔بب۔۔بتا تا ہوں۔۔پلیز اسے باہر نکالو۔۔" اسے گالی جگہ بمشکل ہی پلیز کہا ہو گا۔

"بول اب۔۔۔" گن کی نال کھینچے ہی وہ غرایا مگر تکلیف کے مارے احسن کی چیخ بلند ہوئی اور وہ ہانپنے لگا۔

"تت۔۔۔تم ظالم۔۔۔" وہ مدہوش سی آواز میں بولا۔

"ہوش میں رہ۔۔۔"

جمال حلق کے بل چیخا اور ساتھ گن کا بٹ احسن کے چہرے پہ دے مارا اور وہ چیخ کر یوں الرٹ ہوا جیسے پچھلے بینچ پہ سویا ہوا طالبعلم استاد کی آواز سن کر ہوتا ہے۔

"وہ۔۔۔روپ۔۔۔روپ سنگھ۔۔روپ۔۔۔"

"کہاں ہے یہ روپ سنگھ۔۔۔؟۔۔" وہ غرایا۔

"وہ۔۔۔اس کا کسی کو پتہ نہیں۔۔وہ۔۔۔وہ سامنے نہیں آتا۔۔۔"

"ہے کون یہ روپ سنگھ ؟۔۔" جمال کا غصہ بڑھنے لگا۔۔

"وہ۔۔۔مم۔۔مجھے نہیں پتہ۔۔۔" اس پہ دوبارہ مدہوشی طاری ہو رہی تھی۔

"بتا سور کی اولاد۔۔۔" جمال نے گن کا دستہ پھر اس کے منہ پہ دے مارا اور وہ پھڑک کر بے حس ہوتا چلا گیا۔

"بتا کون ہے یہ روپ سنگھ۔۔۔بتا۔۔۔" اس کی ٹانگ پوری رفتار اور قوت سے چلنے لگی مگر احسن ہوش و حواس سے بیگانہ، گوشت کے پہاڑ کی طرح ٹھوکریں کھاتا رہا۔

"چھوڑ دو اسے۔۔۔"

ایک نہایت سرد اور سخت آواز سن کر جمال کی ٹانگ رکی اور وہ تیزی سے مڑا۔ کمرے کے دروازے میں ایک لمبا تڑنگا، طاقتور جسم کا مالک سیاہ پوش کھڑا تھا۔

"کون ہو تم؟۔۔" جمال گن سیدھی کرتے ہوئے غرایا۔

"کوئی بھی نہیں۔۔۔ مگر اِس سے تمہیں بہت کچھ معلوم ہو سکتا ہے، مارنے کی بجائے اسے ساتھ لے جاؤ۔۔" اس کی آواز میں کڑک تھی۔

"تم ہو کون مجھے مشورہ دینے والے؟۔۔" جمال کی انگلی ٹریگر پہ پہنچ چکی تھی۔

"مجھے اسفند کے لئے دکھ ہے مگر افسوس نہیں کیونکہ وہ ملک کے لئے شہید ہوا ہے، وہ سرخرو ہوا ہے، آخری سانس تک وفادار۔۔۔ اس کی قربانی کو جذبات کی بھینٹ مت چڑھاؤ۔۔۔"

وہ جیسے اپنی غراہٹ دباتے ہوئے بولا اور باہر نکل گیا۔۔۔ جمال ساکت کھڑا سامنے دیوار کو گھورتا رہا۔۔۔ اس کے ذہن میں ایک ہی سوال تھا۔۔ کون تھا یہ شخص جو اسفند کے بارے میں جانتا تھا۔۔۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ان سب کے بارے میں بھی جانتا ہے۔۔ یہ خیال آتے ہی اسے جھرجھری آئی اور وہ تیزی سے دروازے کی طرف دوڑا۔۔۔

ایسا شخص بہت خطرناک ثابت ہو سکتا تھا جو ان کا راز جانتا تھا۔۔ مگر طویل اور خالی راہداری اس کا منہ چڑا رہی تھی، وہ نجانے کس تیزی سے آیا، اسے سبق پڑھا کر، جذبات کی دلدل سے نکال کر اسی تیزی سے شاید ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔۔۔ جمال ۔۔۔ بے یقینی اور حیرت سے کندھے اچکاتا مڑا اور احسن کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں دوبارہ وحشت چمکنے لگی۔

ادھر سیاہ پوش نے دوسرے کمرے سے جھانک کر دیکھا اور راہداری خالی پا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا، وہ جانتا تھا کہ جمال اسے دیکھنے ایک بار تو ضرور نکلے گا لہذا وہ ساتھ والے کمرے میں ہی چھپ رہا تھا۔

اس کی آنکھ کھلی تو وہ بوکھلا گئی، وہ اپنے بستر پہ ہونے کی بجائے ایک کرسی پہ تھی اور ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے، اس نے ہوش و حواس کے دائرے میں داخل ہوتے ہی اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش شروع کر دی مگر کہاں۔۔۔ رسی اتنی بھی کمزور نہ تھی کہ اس کے حسن کے سامنے مَردوں کی طرح حواس باختہ ہو جاتی، اس نے رو دینے والی شکل کے ساتھ سر اٹھا کر دروازہ دیکھا اور لگی چیخنے۔۔ ہیلو۔۔ ہیلو۔۔ بچاؤ۔۔۔ بچاؤ کی آوازیں اس کے منہ پہ واپس آ کر لگ رہی تھیں۔ اچانک دروازہ کھلا اور ایک خرانٹ سی عورت کمر۔۔۔ کمرہ لچکاتی ہوئی لیپ ٹاپ ہاتھ میں پکڑے اس کی طرف بڑھتی چلی آئی اور ساتھ پڑی خالی کرسی کو کھینچ کر اس کے سامنے رکھتے ہوئے بیٹھ گئی۔

"پیاری حُور۔۔۔ بات کرنے سے پہلے ایک رومانٹک فلم دیکھ لیں۔۔"

اس نے پچکارتے ہوئے لیپ ٹاپ کا نقاب الٹا اور ایک ویڈیو فائل پہ کلک کیا اور اگلے لمحے فلم چلنا شروع ہو گئی، جیسے جیسے فلم چل رہی تھی

حور کی آنکھیں پھیلتی جا رہی تھیں اور وہ ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کن اکھیوں سے اس عورت کو اور پھر فلم کو دیکھتی۔

"کیا تم بتانا پسند کرو گی کہ رات کے پچھلے پہر تُو جیمز بانڈی بننے کوشش کس خوشی میں کر رہی تھیں؟۔۔" عورت۔۔۔ کہیں گم ہوئی اور ایک کاروباری، بے حس آواز ابھری۔

"وہ۔۔ مم۔۔ میں۔۔" حور کی آنکھوں میں پانی جھلملانے لگا۔

"بکری مت بنو۔۔۔ جو پوچھا ہے وہ بکو۔۔" وہ غرائی۔

"وہ۔ مجھے یہی ہدایت ملی تھی۔" اس نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا ہدایت؟ پوری بات بتاؤ۔۔"

"مجھے کہا گیا تھا کہ چیک کروں کہ یہاں سب کچھ کس طرح ہوتا ہے، طریقہ کار کیا ہے اور کوئی کمزوری بھی ڈھونڈ کر بتاؤں۔۔۔"

"کس نے کہا تھا؟۔۔" وہ غرائی۔

"مم۔۔ میں نہیں جانتی اسے۔۔۔"

"تو ایک انجان کے لئے جہنم میں چلی آئیں۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔"

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور لگے چاند کو دھونے۔

"مجھے بچی سمجھ رکھا ہے۔۔" تڑاخ سے تھپڑ حور کے گال پہ لگا اور وہ چیخ مار کر رونے لگی۔۔

"مم۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میرا یقین کرو۔۔۔ پلیز۔۔" وہ بلکنے لگی۔

"تم ایک جہنم میں گھس گئیں کسی انجان شخص کے لئے۔۔ تمہیں پتہ نہیں تھا کہ یہاں کیا ہوتا ہے؟۔۔۔" وہ کھڑے ہوتے ہوئے غرائی۔

"پہلے کونسی جنت میں تھی۔۔۔"

حور یکلخت کرب سے یوں چیخی کہ وہ عورت کے ایک لمحے کے لئے سن ہوگئی۔

"اوہ۔۔۔ تو پوری کہانی ہے پیچھے۔۔" وہ بیٹھتے ہوئے نرمی سے بولی۔

"کسی کو شوق نہیں ہوتا گندگی میں لتھڑنے کا، کوئی نہ کوئی اپنا ہی وجہ بنتا ہے۔۔" وہ نفرت سے بولی۔

"کون اپنا وجہ بنا اس کلی کو مسلنے میں؟۔۔" اس عورت کے لہجے میں ممتا سی بے چینی جھلکنے لگی، کچھ بھی ہو۔۔ تجربہ کار عورت تھی۔

"تھا کوئی جس نے میری چند ایک تصویریں اتار لیں اور پھر بلیک میل کرنے لگا، اس نے جتنی رقم مانگی میں نے دے دی، پھر جب کنگال ہو گئی تو اس نے میری تصویریں کسی ایسے شخص کو بیچ دیں جو پیسے کی بجائے مجھ سے مجھے ہی مانگنے لگا اور میں نے انکار کیا تو اس کی اگلی شرط یہی تھی کہ میں یہ کام کر دوں تو وہ تصویریں واپس کر دے گا۔۔ وہ کہتا ہے کہ اس پیلس کی وجہ سے اس کا کام چوپٹ ہو رہا ہے۔" وہ بولی تو بولتی ہی چلی گئی مگر اس کی آخری بات سن کر وہ عورت چونک گئی۔

"اوہ۔۔ اس کا حلیہ؟۔۔ پتہ؟۔۔ کچھ بھی؟۔۔" عورت بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئی بولی۔

"قد کاٹھ بتا سکتی ہوں، وہ ایک بار ہی سامنے آیا تھا، وہ بھی شکل چھپا کر، ویسے فون کرتا تھا، وہ نمبر بھی بتا سکتی ہوں۔۔ مگر مجھے عزت اور زندگی کی ضمانت کے علاوہ اپنی تصویریں چاہییں۔۔" وہ سنبھل رہی تھی۔

"بتاؤ۔ جلدی۔۔۔" عورت جوش سے بولی۔

"پہلے وعدہ کرو کہ میری عزت اور زندگی محفوظ ہو گی اور میری تصویریں بھی۔۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری یہ شرطیں پوری ہوں گی۔۔" اس نے حور کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"شکریہ۔۔" وہ بے یقینی سے بولی اور ساتھ ہی اس انجان شخص کے بارے میں جو جانتی تھی وہ بتانے لگی۔

"اور کچھ؟۔۔" اس کے چپ کرنے پہ عورت نے پوچھا۔

"نہیں بس اتنا ہی۔۔" حور نے جواب دیا۔

"اوکے۔۔ حور رانی۔۔۔ تیار رہنا۔۔ آج تیری فلم بنے گی۔۔" کرسی سے اٹھ کر دور ہٹتے ہوئے اس عورت نے دانت نکالے۔

"تت۔۔ تم نے وعدہ کیا تھا۔۔۔" حور بوکھلا گئی۔

"ہاں ہاں۔۔۔ تمہاری اور ہماری عزت ایک ہی ہے۔۔ تو تمہاری فلم سے ہماری عزت بڑھی گی، یعنی تمہاری عزت بڑھے گی، ایک وعدہ پورا ہو گیا۔۔ جب تک حسن برقرار ہے تمہیں مرنے نہیں دیا جائے گا، روز

نئ فلم ہو گی تمہاری۔۔ دوسرا وعدہ۔۔ بلیک میلنگ والی تصویریں بھی مل جائیں گی جواب ہم بنا کر دیں گے۔۔۔"

وہ یوں بولتی گئ جیسے ایک عورت، عورت سے بات نہ کر رہی ہو بلکہ ایک دلال کوئی سودا کر رہا ہو۔

"فف۔۔ فلم۔۔۔ مم۔۔" حور کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ بے ہوش ہونے والی ہے۔

"فلم۔۔ جس میں اداکاری کی ضرورت ہی نہیں نہ شرم کی نہ حیا کی۔۔"

وہ ڈھٹائی سے ہنستے ہو نکل گئ اور اسی وقت دروازہ کھلا اور ایک لحیم شہیم شخص اندر داخل ہو جس نے پینٹ اور بنیان پہن رکھی تھی۔۔۔ اس کی حوس زدہ نظریں حور کے جسم پہ گھومنے لگیں تو حور نے سمٹنے کی ناکام کوشش کی۔ وہ بے صبری سے آگے بڑھا اور تیزی سے اس کے ہاتھ پاؤں کھول کر جھپٹ کر اسے گڑیا کی طرح اٹھا کر پھینکا تو حور کے حلق سے چیخ نکل گئی مگر وہ ایک نرم ملائم گدے پہ گری تھی، شاید اس کے عقب میں سیٹ لگایا گیا تھا جہاں فلم بنائی جانی تھی۔ چٹک کی آواز کے ساتھ کمرہ دن سے بھی زیادہ روشن ہو گیا۔ وہ شخص تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"اگر تم ساتھ دو گی تو فلم بھی اچھی بنے گی، مال بھی تگڑا اور۔۔۔"

اس نے ہونٹوں پہ زبان پھیری اور اگلہ لمحہ اس کے ہوش اڑا گیا، حور اڑتی ہوئی پوری قوت سے اس سے ٹکرائی اور وہ چیخ کر پشت کے بل دھپ سے زمین پہ گرا اور اس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"کتے۔۔ مردار خور۔۔۔" حور نے اس پہ تھوک دیا۔

"کتیا۔۔ تھوڑی دیر تک تم میرے سامنے لُٹی ہوئی پڑی ہو گی۔۔"

وہ چیخ کر کھڑا ہوا ہی تھا کہ حور اچھلی اور اس کی گھومتی ہوئی لات اس شخص کے منہ پہ پڑی اور کٹک کی آواز سنائی دی، اس کے منہ سے دو چار دانت نکل کر فرش پہ گرے اور وہ چیخ کر دیوار سے ٹکرایا۔۔ اسی وقت دروازہ کھلا اور اسی شخص جیسے دو افراد اندر داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے دو مشین گن بردار بھی تھے۔

"اب تمہاری فلم ان تین مردوں کے ساتھ بنے گی۔۔ اگر رکاوٹ ڈالی تو ٹانگوں میں گولیاں مار کر بھی ہم فلم بنالیں گے۔۔ ہمیں تمہارے حسن کو ایک بار تو کیمرے میں اتار کر مارکیٹ میں ہیجان پیدا کرنا ہی ہے چاہے تمہاری لاش کے ساتھ فلمانا پڑے سب کچھ۔۔"

کمرے میں اسی عورت کی آواز گونجی ، شاید کہیں ساؤنڈ سسٹم بھی موجود تھا مگر سپیکر نظر نہ آرہے تھے، اس سے ظاہر تھا کہ خفیہ کیمرے بھی تھے جن میں باہر سے منظر دیکھا جاسکتا تھا۔

اسلحہ بردار افراد، گھٹیا فلموں کے تین مرد، جو سینہ تانے دعوت گناہ دے رہے تھے اور خفیہ کیمرے و نگرانی۔۔ حور کی دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اور اسے بچنے کی تمام راہیں مسدود نظر آئیں۔ وہ جتنا بھی لڑ لیتی ان سب سے جیت نہیں سکتی تھی، اسے اپنی عزت جاتی نظر آئی۔ اس نے رحم طلب نظروں سے سب کی طرف دیکھا اور اس بار اس کی آنکھوں میں حقیقی آنسو چمکے، اس نے سر جھکایا اور چند لمحے کھڑی رہی۔

"کیا سوچ رہی ہے میری ہیروئن۔۔" عورت کی طنزیہ آواز سنائی دی۔

"بھاڑ میں جاؤ۔۔ میرے جیتے جی یہ ممکن نہیں۔۔ اور میری لاش کی حفاظت میرا اللہ کرے گا۔۔۔"

اس نے ایسے لہجے میں کہا کہ وہ موجود تمام مردوں کے جسموں میں ہیبت بھری لہر دوڑ گئی اور وہ کانپ اٹھے۔

یکلخت وہ دوڑی اور پوری قوت سے سر دیوار سے دے مارا۔

"اوہ"۔۔

یہ آواز مائیک اور کمرے میں موجود افراد کے منہ سے نکلی۔

"روکو اس پاگل کو۔۔ایک قیمتی جسم ضائع ہو جائے گا۔۔" عورت چیخی تو ایک گن بردار آگے بڑھنے لگا۔۔۔

"رکو۔۔" دوسرا غرایا تو پہلا شخص رک کر عجیب نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔۔

ادھر حور سر جھٹک دوبارہ دیوار کی طرف دوڑی اور گن بردار کے پہنچنے سے پہلے دھپ سے اس کا سر پھر دیوار سے لگا۔ گن بردار بوکھلا کر تیزی سے آگے بڑھا اور تیزی بازو آگے کرتے ہوئے گرتی ہوئی حور کو سنبھالا۔

"دد۔۔دور ہٹو۔۔ناپاک۔۔سور۔۔ہا۔۔ہاتھ۔۔مت۔۔" وہ شاید بے ہوش ہونے والی تھی۔

"لارڈ۔۔۔" گن بردار نے اس کی طرف جھکتے ہوئے کان کے قریب منہ لے جا کر سرگوشی کی، اس کی آواز بدلی ہوئی ہی تھی۔۔لارڈ۔۔سن کر حور کے جسم کو جھٹکا لگا اور اس کی آنکھوں میں زندگی کی چمک

ابھری۔ اس کی آنکھوں سے دو آنسو نکل کر گالوں پہ بہہ گئے۔

"اللہ تیرا شکر۔۔۔" کہتے ہوئے اس کی گردن ڈھلک گئی۔

گن بردار کی آنکھوں میں پانی چمکنے لگا اور پھر جیسے اس نے خون کا گھونٹ بھرا اور حور کو لٹا کر کھڑا ہوا۔

"یہ بے ہوش ہو گئی ہے۔۔" اس نے مودبانہ لہجے میں کہا، بہت ضبط کر کے اس نے ایسے لہجے میں بات کی تھی۔

"اسے اس کے کمرے میں پہنچا دو اور ڈاکٹر کو چیک کراؤ۔ کوئی نقصان ہی نہ ہو جائے۔ ڈاکٹر سے کہنا اسے بے ہوش ہی رکھے جب صحتمند ہو تی جائے تو اسے بیڈ سے باندھ دینا ہے اور اسی حالت میں فلم بنے گی۔" عورت نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

کٹک کی آواز ابھری، ظاہر تھا کہ ساؤنڈ سسٹم بند ہو گیا تھا۔

"وہیں رکو۔۔۔"

گن بردار نے رال ٹپکاتے، آگے بڑھتے تمام افراد سے کہا، ان کی کوشش تھی کہ بے ہوش حور کو ہی چھو لیں۔

"راشد۔۔۔ تم۔۔"

دوسرے گن بردار نے بے چینی اور نفرت بھرے لہجے میں کہا ہی تھا کہ پہلا گن بردار پلٹا۔

"اپنی فکر کرو۔۔۔"

وہ سرد لہجے میں غرایا اور جھک کر حور کو بازوؤں میں اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

اس کے پیچھے کھڑے افراد نے حسد سے اسے دور جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ان سے ان کا شکار چھین کر لے گیا تھا۔

"کیا نصیب پایا ہے راشد نے۔۔" تیز سانس کی آواز کے ساتھ جملہ کمرے میں گونج گیا۔

گن بردار جلد ہی حور کے کمرے میں تھا اور اسے بیڈ پہ لٹا کر اس پہ چادر دی اور پھر موبائل نکال کر ایک نمبر ملایا۔

"ہیلو۔ ڈاکٹر ارشاد بول رہا ہوں راشد۔ کیا بات ہے؟۔۔" دوسری طرف سے نرم آواز سنائی دی۔

"کمرہ نمبر دس میں ایک لڑکی بے ہوش ہے، اس نے دیوار سے دوبار سر مارا ہے۔" راشد نے کہا اور کال بند کر دی۔

حور کو دیکھتے ہوئے وہ تیزی سے باہر نکلا اور ٹیرس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کھلی جگہ پہ پہنچ کر اس نے مڑ کر دیکھا اور پھر جیب سے موبائل نکال کر سم بدل کر نمبر ملایا۔

"یس۔۔" دوسری طرف سے سرد آواز سنائی دی۔

"فاکس سپیکنگ چیف۔۔ یہاں حالات سخت ہونے کو ہیں۔۔" اس نے بدلی ہوئی آواز میں کہا، آواز دھیمی ہی تھی۔

"ثانیہ؟۔۔۔" گرین سروس کے چیف لارڈ نے پوچھا۔

"وہ بے ہوش ہیں ابھی۔۔۔" فاکس نے کہا اور پھر تفصیل بتانا شروع کر دی۔

سی ون کو بے ہوش کرنے کے بعد اس نے ڈاکٹر کو بھی اندر کھینچ لیا تھا، پھر دونوں کو مضبوطی سے باندھ کر ان کے منہ بھی بند کیے تا کہ شور شرابہ نہ ہو، ویسے کمرے اسے ساؤنڈ پروف بھی نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے دونوں کمروں کی خوب تلاشی لی اور کام کی چیزیں ایک طرف رکھتا گیا۔ تلاشی کے دوران ہی ایک فائل اس کے ہاتھ لگی اور وہ اسے لے کر بیٹھ گیا، دس سے پندرہ منٹ وہ فائل کو پڑھتا رہا اور پھر کمرے سے باہر نکلا۔

ڈاکٹر کی جیب سے اس نے چابی نکال لی تھی اور واپس فرسٹ ایڈ والے کمرے میں پہنچا، ایس ون اور اس کا ماتحت معصوم بچوں کی طرح سو رہے تھے، اس نے ایس ون کے ماتحت کو ادھر ہی بیڈ سے باندھا اور ایس ون کو کندھے پہ ڈال کر دروازہ لاک کرتے ہوئے واپس سی ون کے کمرے میں پہنچا اور ایس ون کو بھی باندھنے لگا، ہر جگہ باندھنے کے لئے اس نے بیڈ شیٹس، ٹائیاں وغیرہ ہی استعمال کی تھیں جو ظاہر ہے ہر

ایک شخص کے بے ہوش وجود نے اسے مہیا کیے اور پردے وغیرہ کمروں نے۔

اس کے بعد اس نے گھوم کر اس جگہ کا جائزہ لیا اور واپس اسی کمرے میں آ گیا۔ اس کے چہرے پہ الجھن واضع دیکھی جا سکتی تھی۔ وہ ان تینوں کو دیکھتے ہوئے سی ون کی طرف بڑھا اور اس کے چہرے پہ تھپڑوں کی بارش کر دی۔ جلدی ہی وہ ہڑبڑایا اور جھٹکے کھانے لگا تو وہ اسے چھوڑ کر پیچھے ہٹا اور فرش پہ ہی آلتی پالتی مار کے بیٹھ گیا۔

"یہ۔۔ کی۔۔ کیا مطلب۔۔۔" سی ون ہوش میں آتے ہی بوکھلا گیا۔

"ارے رک جا میرے چاند۔ ایک مقامی کمپنی کی طرح ہوش کے سگنل بھی ابھی کم ہیں تمہارے۔" اس نے پچکارا اور سی ون چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم کون ہو؟۔۔" سی ون غرایا۔

"بتایا تو تھا۔۔ شانی کی نانی۔۔۔"

" سیدھی طرح بات کرو۔۔" سی ون یوں پھنکارہ جیسے ماتحت سے مخاطب ہو۔

"واہ۔۔۔ تمہیں سیاستدان ہونا چاہیے۔۔ ووٹ بھی عوام کا اور آنکھیں بھی عوام کو ہی نکالنا۔۔۔ کیا کر رہے ہو تم میرے ملک میں؟۔۔" ساحر کے چہرے پہ اچانک سنجیدگی پنچائیت لگاتی نظر آئی۔

"تمہارا ملک؟۔ تم اس پہ قابض ہو۔" سی ون نے اس کا جیسے مذاق اڑایا۔

"میں سمجھا نہیں۔۔؟۔۔" ساحر کو واقعی حیرت ہوئی۔

"یہ ملک ہمارا ہے۔۔" سی ون نے والہانہ عقیدت سے بھرپور لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ۔۔۔ بیٹا۔۔ ملک انٹرنیٹ سے ڈاؤن لوڈ نہیں ہوتا نہ ہی لُڈو میں جیتا جاتا ہے، میرے آباؤاجداد نے اسے اپنا آپ قربان کر کے حاصل کیا ہے اور میں تمہیں قربان کر کے اسے بچاؤں گا۔۔"

ساحر کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے ایک سفیر دوسرے کو اچھی خبر سنا رہا ہو۔

"کچھ بھی۔۔۔۔۔ خیر۔ اسی پاگل پن کا علاج کرنا ہے ہمیں۔۔" سی ون مسکرایا۔

"بیٹا۔۔تم سے تو میرا پاگل پن ٹھیک نہیں ہو گا، پورے ملک کا کیسے کرو گے۔۔۔" وہ، مسکرایا۔

"اپنے ملک کے لئے ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا۔۔تو تم اپنے ملک میں کیا کر رہے ہو؟۔۔" ساحر نے دوسرا انداز اختیار کیا۔

"کتنا اچھا لگتا ہے یہ جملہ۔۔اپنا ملک۔۔" سی ون نے آنکھیں بند کر جیسے لذت سے جسم بھرنے کی کوشش کی۔

"ارے بھائی۔۔۔تم تو یوں ردعمل دکھا رہے ہو جیسے تمہاری معشوقہ کسی کے نکاح میں چلی گئی ہو اور پھر اسی نے تمہیں واپس کر دیا ہو۔۔۔اور تم کہو۔۔۔ اوہ۔۔میری شی ون۔۔۔۔اوہ۔۔۔'شی' تو غلط ہو گیا۔۔۔" اچھی بھلی بات کرتے کرتے اس نے ناک سکوڑ لی۔

"ایسے ہی سمجھ لو۔۔۔خیر تمہیں کچھ بھی بتانے میں حرج نہیں۔۔تم آخری سانسیں لے رہے ہو۔۔۔" سی ون جیسے مستقبل دیکھ رہا ہو۔

"اوہ اچھا۔۔۔ آخری سانسیں۔۔ خیر ہے۔۔ جب موت آنی ہے تو آنی ہی ہے۔۔ تم بتاؤ۔۔" اس نے مسکرا کر کہا تو سی ون نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"تمھیں یہ سن کر بھاگ جانا چاہیے۔۔" اس نے کہا۔

"کسی کی دوڑ موت کے فرشتے سے تیز نہیں۔۔۔ بتاؤ تم۔۔" اس نے اکتائے ہوئے انداز میں انگڑائی لی۔

"آخری خواہش تو پوری کرنی ہی ہے۔۔۔"

سی ون نے کہا اور پھر وہ بولنے لگا۔۔ جیسے جیسے وہ بولتا گیا، ساحر کی آنکھیں پھیلتی گئیں اور دماغ سائیں سائیں کرنے لگا۔۔ وہ شخص تو عجوبہ نہ تھا مگر جو وہ بتا رہا تھا۔۔ دنیا کے تمام عجوبے اس بات کے سامنے عام نظر آرہے تھے۔ ساحر کو جیسے سانپ سونگھ گیا اور وہ پلک جھپکنا بھی بھول گیا۔

"تم کسی پاگل خانے سے بھاگے ہو کیا؟۔۔۔" سی ون کے چپ کرتے ہی ساحر نے بے یقینی سے کہا۔

"تمھاری مرضی جو سمجھو۔۔۔" وہ مسکرایا۔

"اور میری آخری سانسیں۔۔ کتنی رہ گئیں؟۔۔" اس نے انگلی کی پوروں پہ گنتی کرتے ہوئے پوچھا۔

"اب جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم ثانی نہیں۔۔ تمہاری سانسیں چند ایک ہی رہ گئی ہیں۔ سی ہاؤس ایک جال تھا، جو یہ ان افراد کے لئے بچھایا گیا تھا جو ہمارے پیچھے سلطان اور نشتر کی وجہ سے پڑے، اس سلسلے میں ایک غنڈہ مسٹر بی سامنے آیا تھا جسے ہم جیل بھجوا چکے ہیں، احتیاطً ہم نے یہ جال بچھایا کہ ہو سکتا ہے کوئی مسٹر بی کے کندھے پہ رکھ کر بندوق چلا رہا ہو اور تم یہاں پہنچ گئے۔ تمہارا ایک ایک انداز کسی اور جگہ دیکھا جا رہا ہے، دیکھو تمہارے بارے میں کیا حکم آتا ہے۔" سی ون نے مطمئن لہجے میں کہا تو ساحر کی آنکھوں میں چمک لہرائی۔

"آج تک سمجھ نہیں آئی کہ کسی کے کندھے پہ رکھ کر کیوں بیچارے کی پینٹ گیلی کروائی جاتی ہے، خیر۔۔ تمہارے اس اڈے کا اتنا چھوٹا سائز؟۔ اور کوئی آیا بھی نہیں ابھی تک۔۔"

"تمہیں لینے آئیں گے سب۔ اور یہ صرف انٹری گیٹ ہے، اڈے کا رستہ تو کوئی بھی نہیں ڈھونڈ سکتا۔۔" سی ون ساحر کو دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"اور کتنے اڈے ہیں تمہارے اس ملک میں؟۔۔ سوری۔۔ تمہارے اپنے ملک میں۔۔" ساحر مسکرایا۔

"اڈے تو بہت ہیں۔۔۔ تمہارا مدفن یہی بنے گا۔۔"

"تمہارے جیسے ہزاروں نفسیاتی مریض دیکھے ہیں میں نے، تمہارے آباؤ اجداد کی روحیں بھی نہ کانپ اٹھیں تو کہنا۔۔ میں تم لوگوں کو جڑ سے یوں کاٹوں گا کہ نام و نشان تک نہ رہے گا۔۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"یہ تمہارے بس میں نہیں۔۔۔" وہ ہذیانی انداز میں ہنسا۔

"بیٹا۔۔۔ میرے بس میں صرف "میں" نہیں۔۔۔" وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

"ہم سے تم چھٹکارہ حاصل کر لیں گے۔۔" سی ون نے کہا۔

"اور میں تمہارے یہ بھوت۔۔ لاتوں سے نکالوں گا۔۔" اس نے کہا اور کھٹکا سن کر چونک گیا۔

"وقت آگیا۔۔۔" سی ون نے کہا تو ساحر جواب دیئے بغیر اٹھا اور اپنا پسٹل ڈھونڈ کر تیزی سے باہر نکل گیا۔

ابھی وہ راہداری میں تھا کہ سامنے سے پانچ ہٹے کٹے افراد نمودار ہوئے۔ ساحر نے حیرت سے ان انسانوں کو دیکھا، وہ جِن کی طرح سامنے آئے تھے کیونکہ چیکنگ کے دوران ساحر کو کہیں کوئی رخنہ یا رستہ نظر نہ آیا تھا، شاید زمین ان سے اکتا گئی تھی اور انہیں اگل دیا۔ اپنے عقب میں قدموں کی چاپ سن کر وہ مڑا تو اس کے پیچھے بھی پانچ افراد کھڑے تھے۔ عجیب بات یہ تھی کہ ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔

"دیکھ بچے۔۔ ہمیں گولی مارے گا تو ہمارے جیسے اور آجائیں گے۔۔" ایک نے بزرگانہ انداز میں کہا۔

"انکل۔۔ آپ جیسا کوئی کیسے ہو سکتا ہے؟۔۔" ساحر نے قہقہہ لگایا۔

"چل مرد ہے تو ہو جائے مقابلہ۔۔" اس نے کہا۔

"ایک بمقابلہ دس۔۔۔ تم دس مل کر ایک مرد بنتے ہو؟۔۔ تو یہ ہے مردانہ کمزوری کا علاج کہ اتنے لوگ پیس کر ایک بنایا جائے۔۔۔" اس نے منہ بنایا۔

"مجبوری ہے۔ یہی حکم ہے۔۔" اس نے کہا اور چیختے ہوئے آگے بڑھا۔

"ایسے ہی سہی۔۔۔" وہ غرایا اور پسٹل کی میگزین نکال کر جیب میں ڈالتے ہوئے ساحر بھی اس شخص کی طرف دوڑا اور تنکے کی طرح اڑتا ہوا دیوار سے ٹکرایا، سامنے والا کا ہاتھ بہت تیزی سے گھوما تھا اور ساحر کو تنکے کی طرح اڑنے پہ مجبور کر گیا مگر ساحر۔۔۔۔

وہ سپرنگ کے جیسے کھلتے ہوئے اس کی دونوں ٹانگیں اس حملہ آور کے سینے پہ پڑیں اور وہ چیخ کر پشت کے بل زمین پہ گرا، اسی وقت دوسرا شخص دوڑتا ہوا ساحر کی طرف بڑھا اور ساحر ہاتھوں کے بل اچھلا، اس کے دونوں پاؤں جڑ کر اس شخص کی ٹھوڑی پہ لگے اور کٹک کی آواز کے ساتھ اس کی گردن لٹک گئی اور وہ دوبارہ نہ اٹھ سکا، ابھی ساحر قدموں پہ کھڑا ہوا ہی تھا کہ اس کی پشت پہ لات لگی اور وہ جھٹکے سے اڑتا ہوا سامنے کھڑے تین افراد کی طرف بڑھا اور جسم کو سمیٹ کر گٹھڑی کی طرح ایک سے ٹکرایا، وہ ڈکراتا ہوا پیچھے کو دوڑا مگر اس کے دائیں طرف موجود شخص کا ہاتھ گھوما اور ساحر اڑتا ہوا دیوار سے ٹکرایا اور دھڑام سے فرش پہ گرا۔۔۔بائیں طرف موجود شخص کی لات گھومی اور پوری قوت سے ساحر کے پہلو میں گھسی۔۔۔وہ "اوغ" کی آواز کے ساتھ اچھل کر دیوار سے ٹکرایا اور پھر وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھے

اور ان کی ٹانگیں مشین کی طرح چلنے لگیں اور ساحر۔۔۔ ٹانگ پہ ٹانگ کھانے لگا۔۔۔ اچانک وہ دوبارہ ہاتھوں پہ اچھلا اور قلابازی مارتے ہوئے اس کی ٹانگیں حملہ آوروں کے چہروں کی طرف بڑھیں، پہلے کے تو ضرب لگ گئی مگر دوسرا تیزی سے پیچھے ہٹ کر بچ گیا۔۔۔ ساحر اب کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔ اس کے منہ سے خون کی لکیریں جاری تھیں۔۔۔ آنکھوں میں وحشت۔۔۔ اور چہرہ سرخ۔۔۔

"آجاؤ سارے بزدل۔۔۔" اس نے اشارہ کیا اور اس بار۔۔۔ وہ سارے کے سارے اس کی طرف دوڑے۔۔۔ وہ دیکھ چکے تھے کہ ایک ایک کر کے وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گے اور اتفاق میں برکت والی کہانی پہ عمل پیرا ہوتے نظر آئے۔۔۔

جب تک ساحر لڑ سکتا تھا، وہ لڑا۔۔۔ اور یوں لڑا کہ سامنے والوں کے پاؤں اکھڑ جاتے اور پھر وہ اکٹھے حملہ آور ہوتے۔۔۔ ایک بمقابلہ نو۔۔۔ جن میں سے تین تو ایک طرف پڑے ہائے ہائے کر رہے تھے۔۔۔ مگر کب تک چل سکتا تھا یہ؟۔۔۔ آخر کار وہ گرتا چلا گیا۔۔۔ اور وہ ہجوم۔۔۔ اس پہ پل پڑا۔

وہ شرابی سڑک پہ جھومتا پھر رہا تھا، وہ بڑبڑاتا، لہراتا گلیاں ناپ رہا تھا، لباس پہ شہر بھر کی مکھیاں دے چمیاں پہ چمیاں ۔۔۔ مگر وہ اپنی دھن میں مگن۔۔۔ پنڈولم بنا ہوا تھا۔ ایک کوٹھی کے سامنے چھوٹی ویگن رکی، اس کے شیشے سیاہ تھے، گیٹ کھلنے پہ ویگن اندر چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد شرابی کی جیب کانپنے لگی۔۔ اس نے تیزی سے موبائل نکالا اور نمبر دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔

اس نے وہ کال ڈسکنکٹ کی اور ایک نمبر ملایا۔۔ وہ شاید منافق شرابی تھا۔۔ باہر شرابی اور اندر چالاکی۔۔۔

"خان سپیکنگ۔۔۔ تیار ہو تم لوگ؟۔۔" اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔۔۔ ہم تیار ہیں۔۔" دوسری طرف سے فوجی جواب ملا۔

"اوکے۔۔ کام شروع کرو۔۔۔ ہدایات یاد ہیں نا؟۔۔" اس نے پوچھا۔

"یس سر۔۔۔ مسٹر اے کو چھوڑنا ہے باقی سب کو گرفتار کرنا ہے اور کسی کو نکلنے نہیں دینا۔ آخری چارہ گولی مار دینا ہے۔۔" جواب ملا۔

"گڈ۔۔ شروع ہو جاؤ۔۔" اس نے کہا اور کال بند کر دی۔

جلدی ہی کوٹھی کے گرد آرمی کے جوان پوزیشنز لے چکے تھے اور اس کوٹھی کے اطراف والی کوٹھیوں سے بھی ان کی گنیں جھانک رہی تھیں۔۔۔ عقبی دیوار پھلانگتے ہوئے کمانڈوز اندر داخل ہوئے۔ جیسے جیسے وہ ایک دوسرے کو سگنل دیتے گئے، جوان آہستہ آہستہ اندر پہنچتے گئے اور پھر شروع ہوئی دھواں دار فائرنگ۔۔۔۔ ظاہر ہے آرمی کے جوانوں کے سامنے اندر موجود چند ایک افراد کب تک ٹک پاتے۔۔ انہیں سرنڈر کرنا ہی پڑا اور پھر آرمی کے ٹرک وہاں پہنچے، ساتھ ہی سیاہ شیشوں والی گاڑیاں اور مجرموں کو سیاہ نقاب پہنا کر ان گاڑیوں میں بٹھایا گیا۔۔ ان کے آگے پیچھے آرمی کے ٹرک۔۔ اور گاڑیاں تیزی سے آبادی سے نکلتی گئیں۔۔۔ قریبی عبادت گاہ میں اعلان کر کے لوگوں کر پر سکون ہونے کی تلقین کی گئی اور کچھ ایسی

معلومات بھی دی گئیں جن کو سن کر لوگ نہ تو خوفزدہ ہوں اور نہ گھروں سے نکلنا بند کریں۔

"تو مسٹر عباس۔۔۔ کیسا رہا سب؟۔۔۔" خان مسکرایا۔

"میری ماں کہتی تھی آخر میں سب اچھا ہوتا ہے۔۔۔" عباس مسکرایا تو خان، جو کہ کبیر احمد خان تھا، قہقہہ لگا کر ہنسا۔۔۔

"منصوبہ کام کر گیا کبیر صاحب۔۔" عباس بھی مسکرایا۔

"ارے ساحر کا منصوبہ ضرور کامیاب ہوتا ہے، ایویں ہی اسے "ساحر" نہیں کہتے۔۔۔ وہ ہے ہی ساحر۔۔۔ اصلی ساحر۔۔" کبیر نے اپنائیت سے بھرپور لہجے میں کہا تو عباس نے اثبات میں سر ہلایا۔

پیلس میں صرف رات کو ہی "دن" ہوتا تھا اور دن میں "رات"۔۔ اس وقت سورج بھی پریشان تھا کہ پیلس والے اس کی سنتے کیوں نہیں۔ اچانک پیلس میں ہڑبونگ مچ گیا کیونکہ ایک ہیلی کاپٹر پیلس کے لان میں اترنے کی تیاری کر رہا تھا۔

جہاں تک ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی، محافظ اس کی طرف دوڑے چلے آئے اور باقی افراد بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

اِدھر محافظوں کی توجہ ہیلی کاپٹر کی طرف ہوئی، اُدھر جہاں جہاں گٹر کے ڈھکن تھے وہ کھلتے چلے گئے اور کمانڈوز زمین کے پیٹ سے نکلنے لگے۔۔ جیسے ہی انہوں نے پوزیشنز لے لیں، دھماکے سے پیلس کا جہازی گیٹ ٹوٹ کر ایک طرف ہوتا چلا گیا اور فوجی ٹرک اندر داخل ہونے لگے اور پیلس کے محافظوں کی جوابی کاروائی سے پہلے پہلے جوان ان تک پہنچ چکے تھے۔

جس طرح کا وہ قلعہ تھا اسی لحاظ سے نہایت چالاکی سے دھاوا بولا گیا تھا تاکہ جانی نقصان نہ ہوا اور اس میں کامیابی بھی حاصل ہوئی تھی، بغیر گولی چلائے کچھ ہی دیر میں پیلس کا لباس اتر چکا تھا اور ہر شے آرمی کے قبضے میں آچکی تھی سوائے چند افراد کے جنہیں لینے کے لئے خصوصی گاڑیاں بھیجی گئی تھیں۔

اسی وقت ہیلی کاپٹر بھی ہوا میں بلند ہوا، پہلے تو اس میں صرف پائلٹ ہی تھا، باقی تو خالی برتن تھا۔۔ دکھاوا۔۔ مگر اب اس میں حور موجود

تھی، ہیلی کاپٹر ان گاڑیوں کے اوپر اڑتا، آگے بڑھتا چلا گیا جن میں کچھ افراد کو لے جایا جا رہا تھا۔

اس بے جان جسم میں اچانک حرکت پیدا ہوئی اور فرش پہ پڑا جسم اکٹھا ہونے لگا۔ اس کے کپڑوں پہ جابجا خون کے دھبے تھے، چہرے پہ سوجن جما ہوا خون جما چہرے سمیت جابجا موجود تھا۔ جیسے ہی اس نے جسم سمیٹا۔ بے اختیار اس کے منہ سے آہ نکل گئی۔ اور وہ وہیں رک گیا۔۔ تھوڑی دیر بعد جب حواس قائم ہوئے تو اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔

"پورے جسم میں کَتُورِے دوڑ رہے ہیں۔۔ شرارتی کتورے۔۔" وہ بڑبڑایا۔

"بیٹا۔۔۔ تجھے بڑا شوق تھا جاسوس بننے کا، اب بھگت۔۔۔ ابھی تو چار گر چکے تھے، اگر وہ بھی ساتھ ہوتے تو تُو تو گیا تھا آج۔۔" وہ کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس نے کمرے کا جائزہ لیا، سامنے دو پلاسٹک کی کرسیاں رکھی تھیں اس کے علاوہ پورا کمرہ خالی تھا۔

"دو کرسیاں۔۔دو فرشتے۔۔۔کھلی اور پکی۔۔ہوادار قبر۔۔۔ اچھے جا رہے ہو۔"

اس نے ہونٹ دانتوں میں دبائے اور کھڑا ہونے لگا۔ اس کا پورا جسم کانپ کر رہ گیا، جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا کیونکہ حملہ آوروں نے اسے پرانی اور ڈھیٹ روئی سمجھ کر دھن کر رکھ دیا تھا۔

کھڑے ہوتے ہی اس نے آہستہ آہستہ کمرے میں چلنا شروع کیا اور درد کی ٹیسیں برداشت کرتے ہوئے جسم کو جیسے کھولنے لگ گیا تھا۔۔ وہ شاید پھر کوئی تیاری کر رہا تھا۔ مریضوں کی سی واک کے بعد وہ بس ایویں ہی دروازے تک گیا اور لاک چیک کیا۔ اس کی توقع کے مطابق دروازہ مقفل ہی تھا۔ وہ مڑ کر کرسیوں کی دوسری طرف، قدرے ہانپتے

ہوئے زمین پہ ڈھے گیا۔

تھوڑی دیر وہ یوں ہی سر جھکائے بیٹھا رہا اور پھر دروازہ کھلنے کی آواز سن کر وہ چونک گیا۔ اس نے دھیرے سے سر اٹھایا اور سامنے کھڑے شخص

کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک ابھری ہی تھی کہ وہ کراہ دیا، پہلا شخص کرسی پہ بیٹھ گیا، دوسرا مشن گن تھامے اس کے پیچھے، ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا تم اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے؟۔۔" آنے والے نے پوچھا۔

"ہاں۔۔ ضرور۔۔ مگر پہلے تمہارے بارے میں جاننا پسند کروں گا۔۔" اس نے کہا۔

"مجھے تم جیسے باہمت اور ناقابلِ تسخیر ذہن کے مرد بہت پسند ہیں۔۔" آنے والے نے کہا۔

"شوق تو تمہارے صنفِ نازک۔۔۔ نہیں۔۔ صنفِ ملی جلی والے ہیں۔۔" ساحر مسکرایا تو سامنے والے نے قہقہہ لگایا۔

"بہت خوب۔۔ تمہاری چارجنگ ابھی بھی پوری ہے۔۔" اس نے کہا۔

"ہاں، کیونکہ میں خود کو خود ہی چارج کرتا ہوں۔ انحصار نہیں کرتا کسی پہ۔"

"میرا نام روپ سنگھ ہے۔۔ شاید تم نے سنا ہو۔۔" اس نے کہا۔

"گڈ۔ اچھی شخصیت ہو۔ تمہارے بارے میں نہیں سنا۔" ساحر نے کہا۔

"تو سی ہاؤس کیسے پہنچے؟۔۔" روپ نے اطمینان سے ٹانگ پہ ٹانگ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے تب تک سکون نہیں ملتا جب تک میں سی سی نہ کروں یا میری وجہ سے کوئی اور سی سی نہ کرے۔۔۔ جب سی ہاؤس کا نام سنا تو چلا آیا کہ ایک "سی" تو پہلے ہی ہے ایک کی کسر میں پوری کر دیتا ہوں۔۔"

"تو تم اسے آسان شکار سمجھ کر بے وقوفوں کی طرح اکیلے ہی پہنچ گئے۔۔" روپ نے منہ بنایا۔

"اچھی بات کہی۔۔ تم میرے ساتھیوں کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔۔۔" ساحر مسکرایا اور روپ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم دماغ پڑھ لیتے ہو؟۔۔" روپ نے پوچھا۔

"ہاں۔ اگر اگلے بندے کے پاس ہو تو۔۔"

ساحر نے معنی خیز انداز میں کہا اور جسم سمیٹ کر دوزانوں ہو کر بیٹھنے لگا تو مشین گن والے نے نال سیدھی کی۔

"رہنے دو۔۔ میں دیکھ چکا ہوں کیمرے میں، اس میں اتنی سکت باقی نہیں رہی کہ حملہ کر سکے۔۔۔"

روپ سنگھ نے گن والے کی طرف مڑ کر کہا اور بس۔۔ گن والے کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"بب۔۔ باس۔۔۔ بچیں۔۔۔" اس نے گن دوبارہ سیدھی کرنے کوشش کرتے ہوئے کہا اور اس سے پہلے کہ روپ سنگھ سیدھا ہوتا کسی نے گردن سے پکڑ کر اسے پیچھے کی طرف اچھال دیا اور وہ اڑتا ہوا گن بردار سے ٹکرایا۔۔ دونوں اڑتے ہوئے دیوار سے ٹکرائے اور اٹھنے سے پہلے ان پہ پلاسٹک کی کرسی تابڑ توڑ برسنے لگی۔ روپ سنگھ غرا کر جمپ مارتے ہوئے دور ہوتا چلا گیا جبکہ گن بردار کے حلق سے چیخیں نکل رہی تھیں۔ ساحر تیزی سے جھکا، کرسی چھوڑی اور مشین گن اٹھا کر اس گھما کر اس کا دستہ پوری قوت سے اس کے سر پہ دے مارا اور پچک کی آواز کے ساتھ اس کا سر پھٹ گیا۔ وہ تیزی سے مڑا ہی تھا کہ اس کے ہاتھ پہ ضرب لگی اور مشین گن نکل کر فرش پہ دور تک گھسیٹتی چلی گئی۔ سامنے روپ سنگھ دوسری کرسی پکڑے کھڑا تھا۔

"مار ڈالا۔۔۔ ہائے رے۔۔ مار ڈالا۔۔۔" ساحر نے تکلیف میں گنگنایا۔

"سلیوٹ ہے تمہیں۔۔ تمہاری جگہ میں ہوتا تو کب کا گزر چکا ہوتا۔۔۔ دس لوگوں سے پٹنے، رگ رگ دکھنے کے باجود تم دو تازہ دم لوگوں سے ٹکرا گئے۔۔"

روپ سنگھ نے تحسین بھرے انداز میں اسے دیکھا۔

"اجازت ہے۔۔۔" وہ لڑکھڑایا۔

"کس بات کی؟۔۔" روپ سنگھ نے چونک کر پوچھا۔

"سلیوٹ کی۔ ہمیں سلیوٹ کیا جائے۔" اس نے لہجہ بگاڑ کر شرارتاً کہا۔

"ارے وہ تو محاورتاً کہا۔۔۔" روپ سنگھ ہنسا۔

"پھر محاورتاً تو نہ ہو۔۔ منافقاً ہوا۔۔۔ وہ کہا جو کرنا ہی نہیں۔۔۔ اور تم میری جگہ نہیں ہو سکتے۔۔ ہر انسان کی اپنی جگہ ہے۔۔۔ کوئی بھی اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔۔ سب ایک کائناتی مشینری میں منفرد پرزے ہیں۔

"ساحر نے کہا۔

"اچھا سوچتے اور بولتے ہو مگر۔۔۔ اب۔۔"

روپ سنگھ نے کہا اور کرسی برق رفتاری سے ساحر کی طرف اڑتی ہوئی آئی، وہ تیزی سے جھکا، یہی روپ چاہتا تھا، وہ کرسی پھینکنے کے بعد خود

بھی ساحر کی طرف دوڑتا ہوا آیا تھا اور جیسے ہی ساحر جھکا، اس کی لات حرکت میں آئی اور پھر وہ خود ہی چیخ کر پیچھے ہٹا۔

ساحر نے جھک کر اس کی طرف سے آنے والی کرسی کو بازو پہ روکا اور ساتھ ہی وہ کرسی، جو اس نے تھوڑی دیر پہلے خود نیچے رکھی تھی، دوسرے ہاتھ میں پکڑتے ہوئے گھما دی تھی جو پوری قوت سے روپ سنگھ کی ٹانگ سے ٹکرائی تھی۔

"یہ کرتب میں جانتا ہوں۔۔ کوئی چیز پھینک کر ڈاج دینا۔۔۔ میں نے اسی کرتب کے لئے یہ کرسی اپنے قریب ہی رکھی۔۔" ساحر نے مسکرا کر کہا اور روپ سنگھ نے اسے زہریلی نظروں سے دیکھا۔

"ایسے مت دیکھو۔۔ پیار ہو جائے گا۔۔" وہ مسکرایا۔

"اپنی بکواس بند کرو۔۔۔"

روپ سنگھ اس کے دماغ، زبان اور انداز سے جھلا گیا تھا۔

"اچھا۔۔ تم اپنی شروع کرو۔۔۔" وہ سنجیدہ ہوا۔

روپ سنگھ غرا کر اس کی طرف بڑھا اور پھر۔۔۔ تازہ دم روپ سنگھ تھکن سے چُور ساحر پہ جھپٹ پڑا۔۔ اس کے حملوں کے زور کی وجہ سے

ساحر آہستہ آہستہ اس کے وار روکتے ہوئے پیچھے ہٹتا چلا گیا، یہاں تک کہ اس کی پشت دیوار سے ٹکرائی اور روپ سنگھ کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

طنزیہ مسکراہٹ کے لئے وہ جس پل رکا۔۔ اس پل جھماکا ہوا اور ساحر گولے کی طرح اس سے ٹکرایا اور دونوں ایک ساتھ کمرے کے وسط میں گرے۔۔ نیچے روپ سنگھ اور اوپر ساحر۔۔۔ جس کا سر پوری قوت سے روپ سنگھ کی ناک سے ٹکرایا اور روپ سنگھ کے حلق سے چیخ نکلی ۔۔۔ پھر جیسے ساحر پہ وحشت طاری ہو گئی، اس کی انگلی تیزی سے روپ سنگھ کی آنکھ میں گھسی اور روپ سنگھ کا جسم پوری قوت سے تڑپا اور ساحر اچھل کر ایک طرف گرا۔۔ مگر وہ فوری پلٹ کر آیا اور درد سے اکھٹے ہوئے روپ سنگھ کے پہلو پہ لات مار کر اسے سیدھا کیا اور پھر اس کی سینے پہ سوار ہو گیا۔۔

"یہ پرانا ادھار ہے۔۔۔ تیرے بڑوں کو ایک پیغام۔۔" وہ اس کے کان سے منہ لگا کر بولا۔۔

اوراس کے مکے لگاتار چلنے لگے ۔۔ اگر دھوبی اس وقت یہ رفتار اور قوت دیکھ لیتے تو کپڑوں کی اچھی دھلائی کے لئے اسے بُک کر لیتے

۔۔ مگر۔۔ روپ سنگھ یہ بھگت رہا تھا۔۔وہ روپ سنگھ جس کی وجہ سے جبران پہ حملہ ہوا، جس کی وجہ سے ٹیم کو روپوش ہونا پڑا۔۔ جس کے روپ میں کلب المغرب میں رضی پہ حملہ ہوااور جوہاشم اور سولجر کو اٹھا لے گیا تھا۔ ساحر کا جنون اسے نہ رکنے دیتا مگر جسمانی حالت۔ وہ لمحوں میں ہانپنے لگا۔۔ اور روپ سنگھ کو چھوڑ کر ایک طرف فرش پہ بیٹھ کر زور زور سے سانس لینے لگا۔۔ اور پھر کچھ سوچ کر روپ سنگھ کی طرف بڑھا۔

"کاش میں تمہیں اور مار سکتا۔۔۔ " اس نے کہا اور ایڑیاں رگڑتے روپ سنگھ کی گردن میں ہاتھ ڈال کر تیزی سے گھما دیا۔۔ کٹک کی آواز کے ساتھ روپ سنگھ کا جسم پوری قوت سے پھڑکا۔

"اب تیرے بڑوں کی باری۔۔۔"وہ غرا کر اٹھتے ہوئے دوبارہ گر گیا۔

اسی وقت دروازہ کھلا اور ہٹے کٹے افراد یوں نکلنے لگے جیسے مٹھاس پہ مکھیاں جمع ہو رہی ہوں اور پھر ایک لمبا تڑنگا نقاب پوش سامنے آیا۔ ساحر نے نیم وا آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر آنکھیں موند لیں۔

"اسے زہر کا ٹیکہ لگا دو۔۔ اس سے پوچھ گچھ فضول ہے، اس جیسا ڈھیٹ اور نڈر آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔۔ اذیت ناک موت ہی اب اس کا مقدر ہے۔۔"

اس کے کانوں میں بھاری آواز گونجی، ایسی آواز جو شاید وہ پہلے سن چکا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر حواس اس کا ساتھ نہ دے رہے تھے اور اس کے ذہن میں اندھیرا پھیلنے لگا۔

بازو میں سوئی کی چبھن محسوس ہوتے ہی اس کے جسم نے آخری بار مزاحمت کے نام پہ ہلکی سے حرکت کی اور وہ ساکت ہوتا چلا گیا۔

ناشتہ، دن بھر کے کھانوں میں ایک لحاظ سے سب سے اہم کھانا ہے، اسی وجہ سے دیر سے ہی سہی مگر سب ناشتہ کرتے، دانت صاف کرتے جلسہ کی مخصوص جگہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے دو دو سلائیاں اٹھا کر دانتوں میں پھیرنی شروع کر دیں تھیں جنہوں نے دال سے ناشتہ کیا تھا۔

ان جلسوں میں حکومت کے علاوہ دوسری مذہبی جماعتیں بھی تنقید اور مخالفت کا نشانہ بن رہی تھیں اور خیر۔۔ دوسری جماعتیں بھی یہی کر رہی تھیں۔۔ یعنی کیچڑ کا سٹاک ایک ہجوم سے دوسرے ہجوم میں جا رہا تھا اور اگلی صبح پھر "کیچڑ کے بدلے کیچڑ"۔۔ عمل سے خالی برتن زیادہ تھے لہذا کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی کہ کہیں دل میں ہی نہ گھس جائے اور دماغ روشن ہو جس سے کردار خوشبو دار ہو جائے۔

"رخسار صاحب۔۔ حکومت میسنی ہی ہو گئی ہے۔۔ کوئی حرکت، کوئی پیش رفت نہیں۔۔ نہ صداقت کے کیس میں اور نہ ہی اس دَنگوں میں ہونے والے قتل عام اور مالی نقصان کے ازالے میں۔۔" ایک رہنما نے ڈکار مارتے ہوئے کہا۔

"یہ حکومت کی گندی حرکت ہے۔۔ حکومت بنی جو صرف ازالے کرنے کے لئے ہے۔۔" ایک اور رہنما نے چڑ کر کہا۔

"غزالی صاحب۔۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کو دلچسپی نہیں رہی حق کا ساتھ دینے میں۔۔؟۔۔" رخسار کو مخاطب کرنے والے نے طنز کیا۔

"الفت صاحب۔۔۔ حق ہے کیا؟۔۔" غزالی جیسے چڑ گیا۔

"جو ہم کہہ رہے ہیں۔۔۔" الفت نے قطعی لہجے میں کہا۔

"اور جو ہم کر رہے ہیں وہ؟۔۔" غزالی نے اس بار طنز کیا۔

"وہ حق کی ایک شاخ ہے۔۔" الفت نے کہا۔

"اور اس شاخ پہ ہمارے جیسے الو بیٹھے ہیں۔۔" غزالی کے منہ سے برجستہ نکلا اور محفل "کُشتی وزعفران" بن گئی۔

"دفع ہو جائیں محترم۔ آپ کو تمیز نہیں بات کرنے کی۔" رخسار غرایا۔

"کیا فرمایا ہے۔۔۔" غزالی نے مسکرا کر تالی بجائی۔

"نکلو یہاں سے۔۔ بیوی کے پلو میں چھپ جاؤ۔۔۔ بزدل کوئی نہ کوئی بہانہ ضرور بناتے ہیں۔۔" الفت نے اسے کرسی سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کچھ اچھا ہو سکتا ہے تو کردار کی خوشبو سے۔۔ مجھے اس سارے دنگے سے یہی سمجھ آئی ہے۔ جبر سے بنتی ہے یہ دنیا۔۔۔ جہنم ہی جہنم ہی۔۔" غزالی نے خیالوں میں کھو کر کہا اور اگلے لمحے خود ہی اٹھا اور ان سے دور ہوتا چلا گیا۔

"سٹھیا گئے ہیں غزالی صاحب۔۔۔" رخسار نے اظہارِ افسوس کیا۔

"کیا ارادہ ہے آج؟۔۔" الفت اس کی طرف جھکا۔

"ارادہ تو نیک ہے۔ آج ذرا اپنے لوگوں کی مالش کروانی ہے تاکہ اشتعال پیدا ہو، حق کے لئے یہ سب کرنا پڑتا ہے۔۔ اپنی جماعت کے لوگوں کو دوسری جماعت کے لباس اور حلئے دیتے ہوئے ایک طرف سے یوں حملہ کرواؤ کہ وہ لوگ ہجوم سے بچ کر نکل بھی سکیں۔۔۔" رخسار نے کہا۔

"آپ بے فکر رہیں۔۔۔ سب اچھا ہو گا۔۔" الفت نے کہا۔

"میں تب تک سٹیج پہ جاتا ہوں، سکرینیں آن کروا دو۔۔ ان کا ایمان ریفریش کرنا ہے۔۔ خبروں کا وقت بھی ہوا چاہتا ہے، وہ بھی انہیں سنوا دو تا کہ انہیں خبر ملے کہ حکومت کچھ نہیں کر رہی۔۔ پھر ایمان جلدی جاگ جائے گا۔۔"

رخسار نے کہا تو الفت سر ہلاتے ہوئے سٹیج کی طرف بڑھا۔۔ تھوڑی دیر تک میدان میں لگی بڑی بڑی سکرین جھماکوں سے آن ہوئیں، سکرینیں ایسی رکھی گئی تھیں جو دن کی روشنی میں بھی اچھے سے نظر آتی تھیں۔۔ یعنی بہت خرچہ۔۔۔۔

سکرین آن کرتے ہی لوگوں کی ذہنی تیاری کے لئے الفت نے خطاب فرمایا اور ساتھ ہی خبروں کا وقت ہو گیا۔۔ الفت کا چہرہ غائب ہوا اور سکرین پہ لہروں کے بعد ایک مقامی چینل کنکٹ کیا گیا جس پہ دس سے پندرہ سیکنڈ بعد خبریں نشر ہوئیں۔

جیسے جیسے نیوز کاسٹر بولتی گئی، لوگ نشستیں چھوڑ کر اٹھتے چلے گئے اور رخسار کا خطاب بیٹھنے لگا۔۔۔

"تفصیلات کے مطابق انٹیلی جنس نے مذہبی رہنما، سکالر، پروفسر صداقت علی کے قاتلوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ صداقت علی، جو کہ اپنے

خطاب کے دوران گولی لگنے سے زخمی ہوئے تھے اور بعد میں ان کو لے جانے والی ایمبولنس کو دھماکے سے اڑا دیا گیا تھا، اس میں احسن چوہدری، جو کہ ایک جانے مانے سیاستدان ہیں، سمیت کچھ غیر ملکی افراد کو بھی حراست میں لیا جا چکا ہے۔"

نیوز کاسٹر کی تفصیل کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے چہروں پہ سکون طاری ہونے لگا اور کچھ احباب۔۔۔ سرخ چہرے لئے یہ سننے میں مشغول تھے۔

"حکومت کی طرف سے تاکید کی گئی ہے کہ اس کیس کی تفصیلات کو کھل کر بیان کیا جائے تاکہ عوام الناس بھی اس کا تجزیہ کر سکیں۔ صداقت علی کو باقاعدہ سازش کے تحت اس جلسے میں مدعو کیا گیا جس میں احسن چوہدری نے اہم کردار ادا کیا اور سب کو گمراہ کرنے کے لئے پہلے انہیں زخمی کیا گیا، پھر ایسی ایمبولنس میں لٹایا گیا جس میں پہلے سے ہی بم فٹ کیا گیا تھا۔ یوں پہلی نظر میں یہ سب حادثہ محسوس ہوا جسے دہشت گردی یا جماعت بندی کے نام پہ دنگے کرانے کے لئے استعمال کیا جاتا۔"

میدان میں طاری خاموشی کو دیکھ کر محسوس ہو رہا تھا جیسے ہوا بھی دم سادھے یہ سب سن رہی ہو۔

"اور پھر وہ ہوا جس کے ذریعے بڑی آسانی سے ملک کو انتشار میں دھکیلا جا سکتا تھا، جہاں جہاں ممکن ہوا دشمن کے لوگ بھیس بدل کر شامل ہوئے اور مذہب کے نام پہ فسادات شروع ہو گئے جن کے آپ چشم دید گواہ ہیں۔

یہاں یہ بات واضح کر دی جاتی ہے کہ اس کیس کا کسی مذہب، جماعت اور سیاسی پارٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بس ایک سوچی سمجھی چال تھی جسے بے نقاب کرتے ہوئے ملک کا ایک عظیم مجاہد شہید ہو گیا ہے، اس کے جسد خاکی کو ابھی تک دفن نہیں کیا جا سکا کیونکہ یہ کیس ملکی سلامتی کے لئے بہت اہم تھا۔ سب سے اپیل ہے کہ اس عظیم سپوت کے لئے دعا کیجئے جس نے ملک کی خاطر بیسیوں گولیوں کو اپنے وجود پہ روک کر اپنی ٹیم کو مشن مکمل کرنے کا موقع دیا اور یہ یاد رکھیں کہ اس شیر نے اکیلے درجن بھر لوگوں کو نچا کر رکھا اور یوں نچایا کہ باقی مجاہد اپنا کام پورا کر سکے اور جب وہ لوٹے تو وہ سپوت مجرموں کے گھیرے میں زمین پہ

پڑا آخری سانسیں گن رہا تھا۔ آٹھ وحشیوں نے مل کر اس شیر کا شکار کیا ہے۔۔۔ ایک شیر۔۔۔ جو آپ کا محافظ تھا اور ہے۔۔"

نیوز کاسٹر کی زبان لڑکھڑا رہی تھی اور میدان میں۔۔۔ بہت سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو چکے تھے۔۔ یہ ان کا اپنے جوانوں سے اظہار محبت اور انجانا رشتہ تھا جو اس تکلیف کو براہِ راست دل تک لے جا چکا تھا۔

"حکومت، آرمی اور انٹیلی جنس کی طرف سے آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ اپنے گھر کی حفاظت کریں، اس مجاہد کی قربانی کی لاج رکھیں اور ایسا قدم اٹھائیں کہ آپ کی آئندہ نسلوں کو آپ پہ ناز ہو۔۔ شکریہ۔"

میدان میں تا حد نظر مجسمے ہی مجسمے نظر آ رہے تھے، اب ہوا بھی بوجھل محسوس ہو رہی تھیں۔۔ سب کے ذہنوں میں وہ ان دیکھا، اجنبی مجاہد تھا جو ان کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر گیا تھا۔۔ پھر ہجوم میں حرکت ہوئی ملک اور اپنے جوانوں کے لئے جذباتی نعروں کے ساتھ میدان گونج اٹھا۔۔ یہ منظر صرف ایک میدان کا نہیں تھا۔۔ جہاں جہاں ہجوم

تھا۔۔۔ وہاں سب جماعت بندی کو بھول گئے تھے، سب ایک چیز یاد رہی۔۔۔ ملک۔۔۔ اور اپنے جوان۔۔۔۔

روشن پیلس کے میٹنگ روم میں خاموشی طاری تھی، کبیر، ثانیہ، جبران (قدرے بہتر حالت میں) اور عباس۔۔۔ تینوں موجود تھے۔ عباس پہلی بار روشن پیلس بلایا گیا تھا جس وجہ سے وہ پر اشتیاق نظروں سے کونے کونے کا جائزہ لے رہا تھا اور دل کی رفتار گنتی بھول چکی تھی کیونکہ ظاہر تھا اس کی ملاقات ماسٹر زیرو کے بھی باس۔۔۔ یعنی لارڈ سے ہونے والی تھی۔۔ مگر ماسٹر زیرو۔۔۔ وہ کافی دنوں سے سامنے نہیں آیا تھا۔

کبیر، ثانیہ اور جبران بھی یہ تو جانتے تھے کہ وہ کہیں مصروف ہو گا مگر اس کی کمی کو شدت سے محسوس کیا جا رہا تھا۔۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو سب احتراماً کھڑے ہو گئے، عباس کی نظریں تیزی سے آنے والے لمبے تڑنگے نقاب پوش پہ پڑی اور نجانے کیوں فوری جھک گئیں اور دوبارہ اٹھنے سے انکار کر دیا۔

"بیٹھو۔۔۔"

سرد آواز سن کر وہ کشمکش سے نکلا اور بیٹھ گیا۔۔ لارڈ پہلے ہی بیٹھ چکا تھا۔

"یہ کیس الجھاؤ کے حوالے سے بہت اہم اور حساس رہا ہے، آپ لوگ مختلف ٹیموں کی صورت میں اس پہ کام کرتے رہیں جس وجہ سے مناسب سمجھا کہ اس پہ بات کر لی جائے، آج کی میٹنگ کا اس کے علاوہ بھی ایک اہم سبب ہے جو آخر میں ڈسکس ہو گا۔" اس نے کہا۔

"اس کیس کے مختلف پہلو ہیں، ایک اداکارہ کا قتل، اس کے بعد صداقت علی اور اس دھماکے کی وجہ سے مرنے والے افراد، ملکی انتشار جو کہ جماعت بندی کے نام پہ پھیلا، فلم انڈسٹری کا واویلہ۔۔۔ اور ہمارے موجودہ کیس جس میں اسلحہ سازی کے حوالے سے ہم لنک ڈھونڈ رہے ہیں۔" اس نے توقف کیا۔

"اگرچہ یہ بات ثابت ہو چکی اور میڈیا میں آچکی ہے کہ اداکارہ ثمر نے خودکشی کی اور ساحر بھی اس کیس کو دیکھ چکا ہے اور ہم بھی مانتے ہیں کہ یہ خودکشی ہے۔ ساحر کے وہاں ہونے یا اس کام میں دلچسپی لینے کی بھی وجہ تھی۔

کافی عرصے سے ہمیں اطلاعات مل رہی تھیں کہ ہمارے ملک میں گھٹیا فلمیں بنانے کا بزنس شروع ہو چکا ہے، انفرادی سطح پہ لوگ اس گھٹیا کام کو سرانجام دے ہی رہے ہیں مگر بزنس۔۔۔ یہ خطرے کی گھنٹی تھی، جب اس پہ کام شروع کیا گیا تو ساحر کو ایسے شواہد ملے کہ اداکارہ ثمر کا اس سلسلے میں کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہے جس وجہ سے وہ اس کی نگرانی کرنے اور کروانے لگا۔۔۔ اسی دوران ثمر نے خودکشی کر لی اور معاملہ رک گیا۔۔ جس وجہ سے ساحر کو دوسرا راستہ اپنانا پڑا۔ اداکارہ ثمر نے اپنے بلیک میلر سے مجبور ہو کر خودکشی کی اور وہ بلیک میلر "پیلس" سے ہمارے ہاتھ لگ چکا ہے۔

ثمر کے بعد ساحر نئے لنک کی تلاش میں پھرتا رہا اور پھر اس کی ملاقات ایسے دکاندار، ریاض سے ہوئی جو مقامی افراد کی گھٹیا فلمیں بیچنے میں ملوث تھا۔ اس کی نگرانی سے یہ بات سامنے آئی کہ وہ صرف فلمیں بیچ ہی نہیں رہا، خود بھی اس کام میں شامل ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اچانک اور پہلے ہی شخص کو ہم نے ٹریس کر لیا، اس پہ بہت عرق ریزی کرنی پڑی اور بہت سے افراد میں سے وہ ایک شخص ایسا ملا۔ اب اگلا کام تھا اسے ٹریپ کرنا اور اصل مجرموں تک پہنچنا جس کے لئے ساحر نے ثانیہ کو

"ثمر" نام کے ساتھ انتہائی جدید میک اپ کے ساتھ سامنے کر دیا اور اس شخص کو ٹریپ کرنا شروع کیا، ثمر نام رکھنے کی وجہ ان کی اعلی سطح تک بات پہنچنا تھا کیونکہ اس نام سے بھی چونک جاتے۔۔ اور یہ کامیاب چال رہی، ثانیہ کو جلد ہی پیلس پہنچایا گیا۔"

"ثانیہ کی کارکردگی سے میں بہت خوش ہوں، اس نے ہر لمحہ قدرتی انداز میں اداکاری کی ہے اور یوں لگا جیسے یہ عام لڑکی ہے اور بہت کمزور ہے۔ ایک جگہ پہ اس سے غلطی ہو گئی مگر وہ غلطی ہی ہمارے لئے سود مند رہی۔ پیلس میں چیکنگ کرتے ہوئے اس نے ظاہری کیمرے بھی چیک کئے اور مختلف لڑکیوں کا غیر محسوس انداز میں انٹرویو بھیمگر خفیہ ساؤنڈ سسٹم اور خفیہ کیمروں کے بارے میں یہ نہ جان سکی اور پکڑی گئی اور جب یہ پکڑی گئی تو میرے لئے قابلِ فخر لمحہ تھا کہ اس نے جب کوئی بچنے کا رستہ نہ دیکھا تو عزت کی خاطر خود کو ہی ختم کرنے کی کوشش کی اور مجھے دخل دینا پڑا۔ جس کے بعد ہمیں کھل کر آپریشن کرنا ناگزیر لگا اور پیلس کو قبضے میں لے لیا گیا۔ اس سے متعلق ضروری کاروائی چل رہی ہے۔ وہاں لڑکیاں اور لڑکے کیسے پہنچتے ہیں، کیسے وہ انہیں بلیک میل کر کے یہ گھناؤنا کاروبار چلا رہے ہیں یہ ایک المیہ سے کم نہیں۔۔"

"ان درندوں کے جال میں پھنسنے کی بہت سی وجوہات ہیں ہمارے نوجوانوں کے پاس۔ بے روزگاری کا ایسا احساس کہ جس میں وہ کسی خاص فیلڈ کے علاوہ کوئی اور رستہ دیکھنا ہی نہیں چاہتے، کوئی چھوٹا کام نہیں کرنا چاہتے۔۔ سوشل میڈیا پہ ہونے والی دوستی جس میں اپنی ذاتی تصاویر کو بھیج دینا، اخلاق سے گری ہوئی گفتگو کی لت جو صرف نفسانی لذت کے خاطر کی جاتی ہے اور ایک فریق اسے ریکارڈ کر کے بلیک میلنگ شروع کر دیتا ہے۔ ذاتی تصاویر بھی اسی کام کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔ جوڑے ملاقاتوں کے نام پہ ایک دوسرے کو بلیک میلنگ مواد خود مہیا کرتے ہیں۔ وہ لڑکیاں جو گھروں سے اپنے خاندان کی مالی معاونت کے لئے نکلتی ہیں وہ معاشرے کے ان افراد کے ہاتھ کٹھ پتلی بن جاتی ہیں جو کہ زندہ ہی اسی لئے ہیں کہ عزتوں سے کھیل سکیں۔"

"ایسے گروہ بھی ہیں جو لڑکی یا لڑکے سے دوستی سے اپنے مشن کو شروع کرتے ہیں، ان کے ساتھ پاکیزہ اور کوالٹی ٹائم گزارتے ہیں۔ ان کی خواہشات کو ٹریس کرتے ہیں، ان میں سے ایسی خواہشات جو کہ مذکورہ فرد کے لئے حاصل کرنا مشکل ہو، اسے پورا کر کے سرپرائز دیتے ہیں، ظاہر کرتے ہیں کہ انہیں بڑی فکر ہے اپنے دوست کی اور پھر جال پھیلا

کر بیٹھ جاتے ہیں۔ خواہشات کی تکمیل کے جواب میں جسمانی شکریہ ادا کرنے کے جذبات انسان کو یوں اندھا کرتے ہیں کہ گئی بصارت پھر لوٹ نہیں آتی۔۔۔ اور پھر بلیک میلنگ۔۔۔"

"ان کے اپنے ڈسٹری بیوشن چینلز ہیں، ایک مافیا ہے جسے ختم کرنا ایک ادارے کے بس میں نہیں۔ کوئی چیز تبھی ناپید ہو سکتی ہے جب اس کی طلب ہی نہ رہے ۔۔ اور طلب۔۔ یہ فلمیں دیکھنے والوں کی تعداد ہمارے ملک میں خطرناک حد تک بڑھ رہی ہے اور اس کے معاشرے پہ ہونے والے اثرات آئے روز سامنے آ رہے ہیں پھر بھی ہمارے گھروں میں ایسے چیزیں موجود ہیں جو بچوں کی بچپن سے ہی ایسی ذہن سازی کر رہیں کہ کہ جائز ناجائز وہی ہے جو انسان خود کو محسوس ہو۔ اس سوچ کا حامل انسان کسی کی نہیں سنتا اور اپنی مرضی اور آزادی کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔۔ جس کا صاف مطلب ہے کہ وہ "اپنی خواہش" کی غلامی کو اپنی آزادی سمجھتا ہے۔۔"

سرد پن کے باوجود اس کی آواز میں درد محسوس ہوتا تھا۔

"صداقت علی کے حوالے سے جو معلومات ٹی وی پہ دی گئیں وہ سچ ہیں، اور جو انٹیلی جنس کا ممبر شہید ہوا ہے اس کے حوالے سے جذباتی بیان

دینے کے لئے میں نے ہی کہا تھا، بپھری ہوئی عوام کے کو روکنے کے لئے ضروری تھا وگرنہ ہمیں اور ہم جیسوں کو کسی ہمدردی یا خراجِ تحسین کی ضرورت نہیں، ہماری پیدائش کا مقصد ہی دوسروں کے لئے جینا ہے۔"

"جب صداقت علی کا قتل ہوا تو ساحر نے پہلی فرصت میں یہ منصوبہ بنایا کہ اس کام میں انٹیلی جنس سامنے آئے۔۔ ساحر کی چھٹی حس بہت تیز ہے، میں جانتا ہوں لہذا میں نے بات مان لی اور ہم نے خود اس میں ہاتھ ڈالنے کی بجائے انٹیلی جنس کو آگے کر دیا، ان کا سیکشن فائیو سامنے آیا اور انہوں نے جس بہادری اور قربانی سے اس مشن پہ کام کیا وہ تعریف کے لائق ہے۔ میں نے اس کیس کو جتنا سوچا ہے، یہ بالکل بھی انتشار پیدا کرنے اور صداقت علی کو مارنے کے لئے نہیں تھا۔ اس سازش کا مقصد ایسا ہے کہ میں بھی ساحر کی چھٹی حس کو داد دینے پہ مجبور ہو گیا۔" اس نے کہا تو سب چونک گئے۔

"میرا تجزیہ یہ کہتا ہے کہ یہ سب بکھیڑا گرین سروس کو سامنے لانے کے لئے کیا گیا ہے۔۔" اس نے پر اسرار انداز میں کہا تو سب اچھل پڑے۔

"یہ۔۔۔" کہتے ہوئے کبیر رک گیا۔

"عجیب بات ہے یہ۔۔ مگر ہے ایسا ہی، ملک میں اندورنی خلفشار پھیلا کر وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ کون کون سے ادارے اس سازش کو ختم کرتے ہیں، جو لوگ بھی اسلحہ سازی کا کام کر رہے ہیں وہ بہت اونچے درجے پہ کچھ کرنے کا سوچ رہے ہیں اور پچھلے کچھ عرصے سے ہم رکاوٹ بن رہے ہیں، اگرچہ مسٹر بی نے بہت کام کیا ہے لیکن وہ اس بات پہ بھی ضرور کھٹک گئے ہوں گے کہ کونسا سرکاری ادارہ ہے جو اتنا طاقتور ہے کہ سلطان اور راحت جیسے اژدھوں کو نگل گیا۔۔۔ پھر جب سے مسٹر بی پکڑا گیا ہے، کچھ لوگ زیرِ زمین دنیا میں اور بڑے بڑے ہوٹلوں میں سوہنی (ثانیہ) اور جبران کے چہروں کے خاکے لئے گھوم رہے ہیں اور بڑی خاموشی سے ان دونوں کی تلاش جاری ہے۔۔"

"وہ ہمیں ڈھونڈ کر سب سے پہلے ختم کرنا چاہیں گے، اس کے لئے انہوں نے شاید صداقت علی کو بھی استعمال کیا ہے کیونکہ اس کی تقریر میں اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ شدت پسندی کی بو بھی شامل تھی، ہمارے نزدیک اچھا عمل یہ ہے کہ ہر انسان خود کو برائی سے روکے۔۔۔ تو سب ٹھیک ہو جائے گا، یہ جو دوسرے کو ٹھیک کرنے کی بیماری ہے یہ بہت خطرناک ہے۔۔"

آج لارڈ خلاف توقع کھل کر بات کر رہا تھا جو کہ ان کے لئے حیرت کا باعث تھا، شاید ساحر کی کمی کو وہ پورا کر رہا تھا۔

"ان سب معاملات کا جائزہ لینے کے بعد ہم نے سیکشن فائیو کو آگے بڑھایا اور خود ان کی نگرانی پہ لگ گئے۔ سیکشن فائیو کو کیس ملا تو وہ احسن چوہدری سے پوچھ گچھ کرنے پہنچے۔۔ احسن چوہدری کا سیکشن فائیو سے برتاؤ، وہاں کے انسپکٹر کا انہیں الجھانا، احسن کے آدمیوں کا سیکشن فائیو کا پیچھا کرنا اور پھر انتہائی قدم اٹھاتے ہوئے انہیں اغوا کر لینا، یہ عام باتیں نہیں۔۔ احسن چوہدری خود بھی یہ اعتراف کر چکا ہے کہ اس ڈارمے میں اسے صرف اتنا کرنا تھا کہ جو لوگ اس سے پوچھ گچھ کرنے آئیں ان کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کرے، ان کی تب تک نگرانی کروائے جب تک ان کی حقیقت کھل کر سامنے نہ آئے۔۔

مخالفین جانتے تھے کہ حکومت کے ایجنٹ اتنی آسانی سے احسن کے ہاتھ نہیں لگیں گے اس وجہ سے انہوں نے احسن کے آدمیوں میں اپنے لوگ بھی شامل کر دیے تاکہ کوئی دقت نہ ہو۔"

"احسن کی وجہ سے ہم نے کچھ لوگ اور بھی گرفتار کیئے ہیں جن کے بیانات میں سے یہی سمجھ آتی ہے کہ اس سازش کو رچنے کا مقصد صرف

اور صرف حکومت کے خفیہ ایجنٹس کو سامنے لانا تھا جو اہم کیسز پہ کام کرتے ہیں اور جب وہ لوگ سامنے آتے تو ان کا خاتمہ کر دیا جاتا تا کہ وہ اپنے اصل مشن کو شروع کر سکیں۔ "

"ہمارے موجودہ اسلحہ ساز فیکٹریوں والے کیس میں ہم تفتیش جاری ہے اور اس سلسلے میں پچھلی بار عباس کو ڈیوٹی سونپی گئی تھی کہ وہ ایک شخص کی نگرانی کرے۔ عباس نے پچھلے کیس میں بھی اچھا کام کیا ہے اور موجودہ کیس میں مزید بہتر کام کیا ہے۔ جس شخص کی نگرانی عباس کر رہا تھا اس کی وجہ سے ہم شعیب تک پہنچے، شعیب، سلطان اور نشتر جیسی بڑی شخصیت تو نہیں مگر ایک اہم مہرہ ضرور تھا جس وجہ سے کبیر اور عباس کو اس کے پیچھے لگایا گیا۔"

"یہ کیس اس طرح کا ہے کہ کھل کر حملہ کرنا درست نہ ہوتا۔ ہمیں دشمن میں گھسنا تھا اس وجہ سے اس بار ساحر نے کبیر اور عباس کو یہ کام سونپا۔ انہوں نے شعیب کے قریب ہی رہائش اختیار کی اور اس کی نگرانی کرتے رہے پھر ایک دن کبیر شرابی کے روپ میں اس سے ٹکرایا اور جھگڑے میں عباس کو اس کے قریب ہونے کا موقع ملا۔ اس نے عباس کو اپنے ساتھ ملنے کی پیشکش کی جو کہ اس کی چال تھی کیونکہ وہ

لوگ بھی عباس سے کھٹک چکے تھے اور عباس کو ٹریپ کرنے کے لئے چال چل رہے تھے اور ادھر ہم بھی ان کے لئے جال بچھائے ہوئے تھے۔ شعیب، عباس کو ساتھ لے گیا اور جب وہ اس اڈے پہ پہنچے تو عباس نے نظر بچا کر موبائل پہ کبیر کو کال کر دی اور جو بھی بات ہوئی وہ کبیر نے سن لی۔۔ یہاں پہ اتفاق کی بات ہے کہ شعیب نے اس وجہ سے عباس کی تلاشی سے منع کر دیا کہ جانتا تھا کہ عباس کے پاس اسلحہ نہیں۔ عباس سے تفتیش کے دوران جب ایک اور اڈے کی بات ہوئی تو کبیر نے مس کال سے عباس کو کاشن دیا جو کہ ان میں پہلے ہی طے تھا، اور اس شخص کی نگرانی کرتے ہوئے نئے اڈے پہ پہنچا۔۔ ساتھ ہی ہم نے آرمی سے مدد لی اور عباس کے وہاں پہنچنے تک آرمی کے جوان پوزیشنز لے چکے تھے اس کے بعد ہم نے حملہ کر دیا۔"

"یہ گروہ براہِ راست روپ سنگھ کے تحت اور سلطان، نشتر وغیرہ کے متوازی چلنے والا گروہ ہے جو کہ اسلحہ سمگل کرنے کے علاوہ جدید اسلحہ چھوٹے چھوٹے حصوں کی صورت میں یہاں لا کر بیچتا بھی ہے۔ یہاں بنایا گیا اسلحہ وہ پڑوسی ممالک میں بیچتے ہیں جس کے استعمال سے ہمیں آسانی سے دہشت گرد ثابت کیا جاتا ہے۔۔"

"اب آخری حصہ ہے ساحر۔۔۔ مسٹر بی پچھلے دنوں بہت ذکر میں رہا ہے اور ہم اس کی نگرانی پہ رہے ہیں کیونکہ وہ براہِ راست نشتر سے ٹکرا چکا ہے اور انجانے میں ہی سہی مگر ہمارا کام کر رہا تھا، اس بار بھی جبران پہ حملہ ہونے کے علاوہ مسٹر بی کے کلب میں اس کے ماتحتوں پہ حملہ ہوا اور میں نے تم سب کو انڈر گراؤنڈ کر دیا تاکہ دو بیلوں کی لڑائی ختم ہو اور جو بچ جائے اس پہ ہم ہاتھ صاف کریں۔۔ اور پھر جب مجھے محسوس ہوا کہ قدم بڑھانا چاہیے تو ثانیہ کو آگے بڑھا کر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا، ثانیہ کے پاس موجود ٹریکنگ ڈیوائس کو ڈاج دیئے جانے کی وجہ سے ہم بروقت وہاں نہ پہنچ سکے (یہ بات وہ جان بوجھ کر رہا تھا) جہاں ثانیہ اور مسٹر بی اپنے پورے گروپ کے ساتھ موجود تھا۔ مسٹر بی نے روپ سنگھ کے میک اپ میں آنے والے دشمن سے ٹکر لی، ثانیہ نے دونوں کو ایک ساتھ مارنے کا منصوبہ بنایا اور گن اٹھا کر فائر کر دیا مگر پہلی گولی ہی مسٹر بی کو لگی اور ثانیہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹک گئی اور دشمن اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے نکل گیا اور مسٹر بی ہمارے ہاتھ لگ گیا۔۔

ثانیہ نے وہاں کمزوری دکھائی اور مسٹر بی سے پرانا حساب برابر کرنے کی خاطر دشمن کی بجائے اپنی توجہ کا مرکز مسٹر بی کو بنایا جو کہ ابھی تک

ہماری قید میں ہے اور یہ بھیانک غلطی تھی، مسٹر بی اسی شہر میں رہتا ہے، اسے بعد میں بھی پکڑا جا سکتا تھا، پہلی ترجیح وہ ہونا چاہیے تھا جو ہاتھ سے نکل گیا۔ اس بات سے سیکھنا ہے آئندہ ایسی غلطی پہ سزا ملے گی۔"

وہ رکا۔۔۔ اس کے خلاف توقع مسلسل بولے جانے پہ سب یوں سن رہے تھے جیسے دادا بچوں کو کہانی سنا رہا ہو۔

"نگرانی کی وجہ سے ایک اور اڈہ بھی سامنے آیا تھا جسے سی ہاؤس کے نام سے جانا جاتا ہے اور مسٹر بی نے وہاں حملہ بھی کیا تھا۔۔۔ اس بار ساحر اس اڈے میں گھسا اور ایک خفیہ رستہ ڈھونڈ نکالا۔۔۔ اس رستے کے ذریعے وہ کچھ فاصلے پہ زمین کے نیچے بنے اڈے میں پہنچا اور اس کے بعد سے اس کی کوئی خبر نہیں۔۔۔"

اس کی آخری بات سن کر سب کو جھٹکا لگا۔

"کیا مطلب چیف؟۔ خبر نہیں کا کیا مطلب ہوا؟۔" ثانیہ کے ہونٹ ہلے۔

" سی ہاؤس میں بنی سرنگ کے ذریعے ہم وہ اڈہ چیک کر چکے ہیں، وہ درمیانے درجے کا ہیڈ کوارٹر قسم کی جگہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلحے کا

گودام بھی تھا جہاں سمندر کے ذریعے اسلحے کی سمگلنگ ہوتی رہی ہے۔ وہاں لڑائی کے آثار تو پائے گئے مگر نہ تو کوئی زندہ انسان ملا ہے نہ مردہ۔ تب سے، یعنی پچھلے تین دن سے ساحر لاپتہ ہے۔۔۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا تو سب نے پریشان چہروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"کہیں۔۔۔" وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

"نہیں۔۔ وہ اتنی آسانی سے ہاتھ آنے والوں میں سے نہیں اور اتنا عام بھی نہیں کہ کوئی اسے ہضم کر سکے۔۔۔ لیکن تقدیر کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ اور میرے خیال سے جو قصہ سلطان اور نشتر سے شروع ہوا وہ اب خطرناک موڑ لینے والا ہے۔۔ اس میں اگر کسی نے کھل کر حصہ لیا ہے تو ساحر اور اس کے بعد مسٹر بی ہے۔۔ مسٹر بی کو میں بہت تفصیل سے چیک کر چکا ہوں وہ ایک خاص حد سے زیادہ نہیں جانتا مگر ساحر۔۔ وہ اگر زندہ ہے تو بہت کچھ جانتا ہے اور میرا خیال ہے کہ وہ زندہ ہے۔۔ میں اس کی قوت ارادی اور جنون کو بہت پہلے سے جانتا ہوں۔۔ اسے توڑنا بہت، بہت مشکل ہے۔ یہی وہ بات ہے جسے ہم نے آخر میں ڈسکس کرنا تھا۔

"اب سب سے پہلے ہمیں ساحر کو تلاش کرنا ہے، کیسے ؟۔۔ یہ آپ لوگ بتائیں گے۔۔ اس کے بعد ہم اسفند کے جنازے میں شریک ہونے جائیں گے اور وہاں سب پورے ہوش میں رہیں گے کیونکہ دشمن، احسن چوہدری کی وجہ سے جمال اور اس کی ٹیم، یعنی سیکشن فائیو کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے، وہ شاید ان پہ حملہ کرنے کی کوشش کرے تاکہ اس کا رستہ صاف ہو۔۔ یہ اصلیت دشمن سے چھپی ہوئی ہے کہ دراصل ہم ان کے خلاف کام کر رہے ہیں، سیکشن فائیو نہیں۔ سیکشن فائیو تو جھانسا دینے کی خاطر ساحر نے آگے بڑھا دیا تھا۔"

اس نے بات ختم کی اور اٹھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔

"چچ۔۔ چیف۔۔ ساحر۔۔۔"

جبران ہکلایا۔۔ کبیر کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی اور عباس۔۔ وہ حیرت سے اسے یوں اٹھ کر جاتے دیکھ رہا تھا۔

"یہ تم لوگوں کی ذمہ داری ہے۔۔ میرے پاس کوئی کلیو ہوا تو بتا دوں گا۔" سرد لہجے میں کہتے ہوئے وہ باہر نکل گیا۔

گرین سروس کے ممبرز۔۔۔ حیران وپریشان نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ پوری تفصیل بتانے کے بعد اچانک ہی وہ اپنے ازلی مزاج اور انداز میں لوٹ گیا تھا۔

سپارک۔۔۔ اس نے ٹیم کو یہ نہیں بتایا تھا کہ پیلس میں ثانیہ کو بچانے وہ خود نہیں گیا تھا بلکہ جسمانی طور پہ اس جیسا نظر آنے والا اس کا شاگرد، فاکس گیا تھا۔

اس نے یہ نہیں بتایا تھا کہ عین وقت پہ جمال کو احسن چوہدری کے قتل سے روکنے والا وہ خود تھا، سیکشن فائیو کی نگرانی کرنے وہ خود گیا تھا مگر اسے دیر ہو گئی اور اسفند۔۔۔ ظاہر ہے ایسا ہونا ہی طے تھا۔۔اسفند کا وقت آ جو گیا تھا تو ظاہری بہانے بھی بننے تھے۔

اس نے یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ ساحر کو لے کر وہ بھی بے چین ہے کیونکہ ساحر کو جتنا وہ جانتا تھا اتنا کوئی اور نہ جانتا تھا۔۔ سپارک یہ چاہتا بھی نہیں تھا کہ اسے کوئی اور جانے۔ ساحر۔۔۔ جس کے متعلق پیش گوئی کرنا مشکل تھا کہ کیا ہے، کیا کرے اور کب کرے۔ دشمن کے ہاتھ لگنے والا وہ قیمتی اور انمول اثاثہ تھا جسے بروقت ڈھونڈ نکالنا بہت ہی ضروری تھا۔

فون کی مترنم گھنٹی نے اسے خیالات سے کھینچ نکالا اور اس نے ریسیور اٹھایا۔

"سردار سپیکنگ۔۔۔"

وہ ادھیڑ عمر شخص تھا جس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں، پتلے مگر سیدھے بال جو گردن تک آتے تھے۔ چہرے پہ چھوٹی چھوٹی داڑھی جو ٹھوڑی سے تھوڑا آگے تک تلوار جیسی شکل اختیار کر رہی تھی اس کے چہرے کو مزید سرد بنانے میں اہم کردار ادا کر رہی تھی۔ اس کے چہرے کی چمڑی یوں خشک نظر آ رہی تھی جیسے مردہ ہو چکی ہو اور آنکھوں میں چیر دینے والی چمک۔

"آپ کے مہمان آگئے سردار۔" دوسری طرف سے مودبانہ آواز میں کہا گیا۔

"بھیج دو۔۔۔" اس نے کرخت لہجے میں کہا اور ریسیور رکھ کر انٹر کام کا ریسیور اٹھایا اور بٹن پریس کیا۔

"یس سر۔۔۔" دوسری طرف سے مترنم آواز آئی۔

"فادر آرہا ہے۔ بھیج دینا۔۔ اور جب دوسرا مہمان آئے تو براہِ راست روم سی میں بتانا مجھے۔۔۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

دس منٹ تک وہ گہری سوچ میں کھویا رہا اور پھر دروازے پہ دستک سن کر چونک گیا۔ اس نے بٹن پریس کیا تو ایک طرف لگی سکرین روشن ہوئی جس میں دو افراد کھڑے نظر آرہے تھے۔

اس نے دوسرا بٹن پریس کیا اور ریوالونگ چیئر سے اٹھ کر ملحقہ کمرے کی جانب بڑھا۔ دروازے کے ساتھ لگی ڈیوائس پہ انگوٹھا رکھا تو دروازہ بے آواز طریقے سے ایک طرف سرک گیا۔ وہ باوقار چال کے ساتھ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ ادھر اسی کمرے کا باہر کھلنے والا دروازہ کھلا اور فادر اندر داخل ہوا۔

"سردار منگول کو سلام۔۔۔۔ " فادر نے احترام سے جھکتے ہوئے کہا۔ اس نے سردار کا ہاتھ پکڑ کر احترام سے چوم لیا ۔

"بیٹھو۔" سردار نے بیٹھتے ہوئے فادر کو کہا تو فادر ایک صوفے پہ جم رہا۔

"فادر۔۔ تمہیں کیا ضرورت تھی چھوٹے کام میں ہاتھ ڈالنے کی؟۔۔" سردار کا لہجہ سخت ہو گیا تھا۔

"سردار۔ معافی چاہتا ہوں۔ مجھے ان کی جسارت پہ غصہ آ گیا تھا۔ انہوں نے ہمارا بنیادی سیٹ اپ تباہ کر دیا اور ساتھ ہماری تنظیم بھی خطرے میں آ گئی تھی۔" فادر نے معذرت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"تم ہمارے سب سے بہترین ایجنٹ ہو۔ وہ سیٹ اپ تو روز بنتے بگڑتے رہتے ہیں، بدلہ لینے کی عادت کی وجہ سے تم نے اپنا اور ہمارا بہت نقصان کیا ہے۔" سردار غرایا تو فادر کا جسم کانپ گیا۔۔

"سردار۔۔۔"

"رہنے دو۔۔۔" سردار نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹی۔

"ہمارا تیسرا حملہ بھی اس بار ناکام کر دیا گیا ہے لیکن اس بار ہمیں بھی کامیابی کی راہ نظر آ گئی ہے، بہت ہو چکا نقصان ۔۔ اب ان کی باری

ہے۔۔ وہ ایجنٹ جو ہمارے خلاف کام کر رہے تھے ان میں سے کچھ سامنے آچکے ہیں۔۔۔ان کا وقت ختم اب۔۔"

سردار نے بھیڑیئے کی طرح دانت نکوستے ہوئے کہا۔

"تیسرا حملہ ؟۔میں سمجھا نہیں سردار۔" فادر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تم اپنی بدلے کی خصلت کی وجہ سے کبھی کبھی ناک کی سیدھ میں دیکھنے لگتے۔۔ جو بہت بری عادت ہے۔۔اس بار میں نے ایک چال چلی ہے، اگرچہ وہ چال ناکام کی گئی ہے مگر میں پھر بھی کامیاب ہو گیا ہوں۔ ہمارے رستے میں اچانک پیدا ہو جانے والی اس رکاوٹ کا پتہ لگانا ضروری تھا۔ پچھلے دنوں میں نے وہاں ایک روایتی انتشار پھیلایا ہے جس کو سلجھانے کے لئے یقیناً وہ اپنے سب سے بہترین ایجنٹ اور سروس کو لاتے جس وجہ سے چھپا ہوا دشمن ہمارے سامنے آجاتا، تمہیں یہ جان کر خوشی ہو گی کہ وہ دشمن ہمارے سامنے آچکا ہے اور ان کا ایک اہم آدمی بھی مارا جاچکا ہے۔۔اب جو باقی رہ گئے ہیں ان کی باری ہے۔۔۔" سردار نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ویری سٹرینج۔۔مجھے واقعی یہ جان کر بہت حیرت ہوئی اور خوشی بھی۔ میں آج ہی نکل جاتا ہوں ان کے خاتمے کے لئے۔" فادر نے کہا۔

"پھر وہی غلطی۔۔۔تم نہیں جاؤ گے۔۔۔"

سر دار دھاڑا تو فادر کو جیسے جاڑے کا بخار ہو گیا۔۔

"سس۔۔سوری۔۔۔سر دار۔۔۔"

"یہ مشن اہم ضرور ہے مگر اتنا بھی نہیں کہ تم ہاتھ گندے کرو۔۔اس کے لئے اور شخص چنا ہے۔۔" سر دار نے کہا تو فادر چونک گیا۔

"سر دار اگر برا نہ مانیں تو میرے خیال سے ایک آدمی کے بس کا یہ کام نہیں، میں ان لوگوں سے ٹکرا کر دیکھ چکا ہوں، اس ملک کے لوگ ڈھیٹ ہڈی ہیں۔۔ آپ مجھے وہاں جانے کی اجازت دے دیں۔۔" فادر نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم ایک ایجنٹ بھول رہے ہو۔۔وہ تمہاری برابری تو نہیں کر سکتا مگر ان کے لئے کافی ہے۔۔۔" سر دار نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔

"کون سر دار؟۔۔" فادر بھی چونک گیا۔

فون کی مترنم اور دھیمی گھنٹی سن کر سردار نے چونک کر ہاتھ بڑھایا اور تپائی پہ موجود انٹر کام کا ریسیور اٹھایا۔

"یس۔۔۔"

"اوکے۔ بھیج دو۔" سردار نے دوسری طرف سے کچھ سننے کے بعد کہا۔

"ہیرو آرہا ہے۔۔۔" سردار نے کہا تو فادر کی آنکھیں پھیل کر فوری سکڑ گئیں۔

"سردار۔۔۔ ہیرو کو۔۔۔"

"میں تمہاری سوچ جانتا ہوں مگر ہیرو کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔" سردار نے اس بار ڈانٹ دیا اور فادر ہونٹ کاٹنے لگا۔

ہلکی سی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا اور دروازے میں سمارٹ سا نوجوان کھڑا تھا جس کی آنکھوں میں تیز چمک تھی اور وہ بہت خاموش طبیعت کا محسوس ہو رہا تھا، شخصیت میں عجیب سا رعب۔ ویران، سرد رعب۔ وہ نوجوان، جس کا نام شاید ہیرو تھا، آگے بڑھتے ہوئے کمرے کے وسط میں پہنچا، وہ لاپرواہی سے صوفے کے پاس کھڑا تھا جیسے مجبوراً کھڑا ہو ورنہ اب تک بیٹھ چکا ہوتا۔

"ہیرو۔۔۔۔"

فادر نے قدرے سخت لہجے میں کہا، وہ شاید چاہتا تھا کہ ہیرو بھی اس کی طرح سردار کی تعظیم کرے لیکن اس کا لہجہ سن کر ہیرو نے سرد نظروں سے فادر کی طرف دیکھا جیسے اسے یوں بلایا جانا ناگوار گزرا ہو۔

"رہنے دو فادر۔۔ وہ ایسا ہی ہے، میں نے کہا ناں کہ اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔۔ بیٹھو ہیرو۔۔۔"

سردار نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔ ہیرو لاپرواہی سے ایک بڑے سے سنگل صوفے پہ پرسکون انداز میں بیٹھ گیا۔

"ہیرو۔۔۔"

اس بار سردار عجیب سی غراہٹ کے ساتھ اس سے مخاطب ہو تو نوجوان نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں کی قدرتی چمک کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا۔۔ خوف۔۔۔ جوش۔۔ لاپرواہی۔۔ کچھ بھی نہیں۔

"کیا تم تیار ہو؟۔۔۔" سردار نے پوچھا۔

"یس۔۔ *I am ready*۔۔" ہیرو نے سرد آواز میں جواب دیا۔

"یاد رکھنا۔۔۔وہ ملک ہمارا ہے۔۔۔ ملک کا نقصان نہیں ہونا چاہیے۔۔باقی سب کر سکتے ہو جس سے ملک ہمارے ہاتھ لگے۔۔ تاکہ ہم گھر لوٹ سکیں۔۔ تمہیں فائل مل جائے گی جس میں تمہارے شکار کی تفصیلات ہیں، ان سب کا خاتمہ کر دو اور تم یہاں واپس، زندہ سلامت آؤ گے۔۔۔یہ میرا حکم ہے۔۔۔۔" سردار نے کہا۔

"*Don't worry.... I will do it..*"

اس کی آواز میں اعتماد ٹھاٹھیں مارتا محسوس ہوا اور وہ فوری کھڑا ہوا اور بغیر کچھ کہے سنے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

فادر کے چہرے پہ حیرت ثبت ہو رہی تھی، سردار کے ساتھ ایسا رویہ۔۔

"سردار۔۔۔" فادر نے کہا۔

"میں جانتا ہوں کہ تمہارے لئے ہیرو کتنا اہم ہے، تم ہمارے لئے اس سے بھی زیادہ اہم ہو۔۔۔میں نہیں چاہتا کہ تم اتنے چھوٹے کام پہ توجہ دو۔۔۔ ہیرو ایسا شخص ہے کہ جو بدلہ لینے کا سوچا گا بھی نہیں اور ذہانت استعمال کرتے ہوئے سب کا صفایا کر دے گا۔۔۔اور اگر ہیرو مر جاتا

ہے تو اس کا نعم البدل تم ہو۔۔ لیکن اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو ہیرو تمہاری جگہ ہرگز نہیں لے سکے گا۔۔"

سردار نے کہا تو فادر کا چہرہ نارمل ہونے لگا اور اس کے چہرے پہ اپنی تعریف سن کر چمک ابھری مگر فوری ہی اس کا چہرہ سخت ہو گیا جیسے تعریف پہ کان دھر کر اس نے غلطی کی ہو۔

"شکریہ سردار۔۔۔" اس نے کہا۔

"تم جا سکتے ہو۔۔۔" سردار منگول نے کہا تو وہ جھک کر سلام کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"فادر۔۔۔ ہیرو تمہارا صحیح جانشین ہے۔۔۔ بلکہ تم سے دو ہاتھ آگے ہی نکل جائے گا وقت کے ساتھ۔۔" فادر کے نکلنے کے بعد سردار بڑبڑایا۔

سردار کے چہرے پہ کامیابی کی چمک دانت نکال رہی تھی۔۔۔ بڑے بڑے دانت۔۔۔۔

★

تعارف ------------------ محترم فرحان رضا کی پہلی کاوش

گرین سیریز سے، سب سے میرا تعارف ایک واٹس اپ گروپ میں ہوا اس کا پہلا ناول ناسور پڑھا جس کے تین یا چار پارٹس تھے ناول کی کہانی گھومتی ہے تین دوستوں کے گرد جو ملک کے خلاف کسی بھی چیز پر کبھی سمجھوتہ نہیں کرتے۔

ناول کی سب سے اہم بات یہ ہے یہ پاکستان کے کئی اہم پہلوؤں کو اجاگر کرتا ہے۔ تین نوجوانوں کو ملتا ہے ایک ایسا بوڑھا جس کی بیٹی اغواہ ہو چکی ہوتی ہے۔ پولیس اس کی بیٹی کی تلاش سے مایوس ہو جاتی ہے۔ یہ بزرگ بس حادثاتی طور پر ان نوجوانوں سے ٹکراتا ہے جب ان لوگوں کی بزرگ کی پریشانی کا پتہ چلتا ہے تو وہ لنگوٹ کس کر میدان کار زار میں اتر جاتے ہیں۔ لڑکی کی تلاش کے دوران ان کی نظر میں آتا ہے ایک مافیا گینگ جسے حاصل ھوتی ہے بڑے بڑے سیاستدانوں کی پشت پناہی لیکن ان تینوں دوستوں کے پاس سیاستدان کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہوتا جس کی وجہ سے یہ اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔ یہاں تک ناول کا کوئی بھی کردار کھل کر سامنے نہیں آتا۔ ان تینوں دوستوں میں ایک ساحر ہوتا ہے جسے آپ علی عمران کی لنگوٹیا یار کہیں لیں دوسرا پولیس انسپکٹر ہوتا ہے جبکہ تیسرا آئی ٹی ایکسپیرٹ ہوتا ہے۔ دشمنوں سے آنکھ مچولی کھیلتے ہوئے ساحر کی ٹیم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔

تب شروع ہوتا ہے ایکشن، تھرلر، سسپنس اور جاسوسی کا نہ رکنے والا سلسلہ جو اینڈ تک جاری رہتا ہے۔ مافیا گینگ کی حقیقت اور ان کا مقصد کیا تھا۔ ساحر کی ٹیم کی حقیقت کیا تھی؟ مافیا گینگ سے ساحر کی ٹیم کا سامنا کیسے ہوا؟ کیا ساحر اور اس کی ٹیم لڑکی کو چھڑا پائے گی؟

لڑکی والے کیس کی انویسٹی گیشن کے دوران ٹیم پر کیسے کیسے ہوشربا انکشاف ہوئے کیا ساحر کی ٹیم سیاستدان کو اس کے کرتوتوں سمیت عوام کے سامنے لا پائے گی جو کہ ناممکن ہی نظر آتا ہے۔ اور آخر میں اس ناول کا انجام کیا ہوا۔۔۔ ناول میں ٹویسٹ آتا ہے اس وقت جب لارڈ سپارک کی اینٹری ہوتی ہے یہ سب جاننے کے لئے آپ ناول پڑھیں۔

مافیا

تعارف ------------------ محترم فرحان رضا کی کاوش

ساحر اور اس کی ٹیم اپنے ملک سے بردہ فروشوں کے گروہ (ناسور) کا خاتمہ کر دیتی ہے ساتھ ہی جو لوگ یعنی سیاستدان اس میں ملوث ہوتا ہے وہ بھی آخر کار گرفت میں آ ہی جاتا ہے۔

لیکن یہ ناول کا اینڈ نہ تھا بلکہ یہ تو ابھی شروعات تھی۔ بردہ فروشی کے دھندے میں ملوث تمام لوگوں کو ان کے انجام تک پہنچانے کے بعد ساحر اور جبران جاتے ہیں چھٹیاں گزانے بیرونِ ملک۔ جہاں ان کا ٹکراؤ کچھ ایسے بد معاشوں سے ہوتا ہے جو ایک لڑکی کی عزت تار تار کرنا چاہتے ہیں لیکن عین وقت پر ساحر رنگ میں بھنگ ڈال دیتا ہے۔

ساحر جبران کے ساتھ نہ صرف لڑکی اور اس کے شوہر کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے بلکہ بد معاشوں کے لیڈر کو بھی گاڑی میں ڈال کر ٹھکانے پر لے جاتا ہے۔ لڑکی سے بات کرتے ہوئے ساحر کے سامنے ایک نیا ڈان آتا ہے جسے بگ باس کہا جاتا ہے۔ ساحر لڑکی کو چھوڑ دیتا ہے لیکن دوسرے ہی دن ٹی وی میں خبر چلتی ہے کہ لڑکی اور اس کا شوہر چوروں کے ایک گینگ کا حصہ تھے ۔ جو اب ہسپتال میں پڑے زندگی اور موت کی کشمکش میں ہیں۔ ساحر اور جبران کو کلیو ملتا ہے کہ ڈیسنٹ کلب کا باس، بگ باس کا دوست ہے ساحر فوراً ڈیسنٹ کلب پہنچتا ہے جہاں روکسن اور اس کے آدمیوں سے جھڑپ میں ساحر سینے پر تین گولیاں کھا کر گر پڑتا ہے جبران ساحر کی یہ حالت دیکھ کر اپنے ہوش کھو بیٹھتا ہے۔۔

جبران، کبیر کو کال کرتا ہے جو کہ اپنے ملک میں ہی ہوتا ہے۔ کبیر جبران کے ساتھ مل روکسن کی رہائش گاہ پر جا پہنچتا ہے لیکن واپسی دونوں کو ٹریپ کر لیا جاتا ہے۔ اب صورتحال کچھ یوں ہے کہ کبیر اور جبران دشمنوں کی قید میں ہیں ساحر سینے پر تین گولیاں کھا کر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہوتا ہے۔ ساحر کو زخمی ہو کر بھی سکون نہیں ملتا اور وہ جبران اور کبیر کے پیچھے روانہ ہو جاتا ہے۔ دشمنوں سے کافی مارا ماری ھوتی ہے لیکن بگ باس کا پتہ نہیں ملتا۔

پتہ ملتا بھی کیسے نہ کبھی کسی نے بگ باس کو دیکھا تھا نہ کوئی اسے جانتا تھا نہ کبھی وہ کبھی کسی کے سامنے آتا تھا۔ لیکن بھلا وہ انٹیلی جنس فورس ہی کیا جو ہمت ہار دے اور ایسے لوگوں تک پہنچ نہ سکے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کو حد سے زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کبھی سینے پر گولیاں کھاتے ہیں، کبھی دشمن کا غیر انسانی تشدد برداشت کرتے ہیں تو کبھی کبھی اپنے فرض پر اپنی جان بھی وار دیتے ہیں۔ سوری میں کسی اور طرف نکل گیا تھا اب لائن پر آتا ہوں۔ ساحر اینڈ گروپ بگ باس کے گرکے تک رسائی حاصل کرتے ہیں جہاں سے ساحر کو بگ باس کی بلیک منی تک پہنچنے کا راستہ ملتا ہے۔ ساحر اینڈ کمپنی کسی نہ کسی طرح بگ باس تک رسائی حاصل کر لیتی ہے بگ باس کے آدمیوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد بگ باس کے دونوں بازو توڑ کر اسے چھت سے پھینک دیا جاتا ہے لیکن بد قسمتی سے بگ باس زندہ بچ جاتا ہے۔

جبران اور کبیر بگ باس کے غنڈوں کے ہاتھ لگ جاتے ہیں جہاں ان پر انکشاف ہوتا ہے جسے انہوں نے بگ باس سمجھ کر معذور کیا ہے وہ درحقیقت بگ باس نہیں ہے دوسری طرف ساحر ہسپتال میں جوزف تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ (جوزف وہی نوجوان ہے جسے بگ باس سمجھ کر معذور کیا جاتا ہے)۔

ساحر اینڈ کمپنی کو آگ سے جھلسانے کے لئے تہہ خانے میں قید کر دیا جاتا ہے ۔ عین اس وقت لارڈ سپارک بھی میدان میں اتر جاتا ہے اور یہی کردار اس سیریز کی جان ہے (اسے آپ آئی ایس آئی کے ٹاپ پروفیشنل ایجنٹ سے تشبیح دے لیں)۔ ساحر کا مشن ہوتا ہے بگ باس کو سٹی چوک میں پھانسی دینا لیکن----------

کیا ساحر اور اس کی ٹیم جھلسنے کے بعد اس قابل تھی کہ وہ بگ باس کو پھانسی دے سکیں۔۔۔۔

بگ باس در حقیقت کون تھا۔

بگ باس کا بزنس کیا تھا۔۔۔۔۔۔۔

ساحر اور اس کی ٹیم بگ باس کے پیچھے کیسے اور کیوں پڑی۔۔۔۔۔۔

آخر میں چور جوڑے کی حقیقت کیا تھی اور ان کا کیا بنا۔۔۔۔۔۔۔

کیا ساحر اور اس کی ٹیم سہی سلامت واپس آ سکی۔۔۔۔۔۔۔۔

لارڈ سپارک کون تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

ساحل اینڈ کمپنی کو لارڈ سپارک کے بارے میں کچھ بھی کیوں نہیں پتہ ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اصل بگ باس کا دوست کون تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

گولڈ مین کا بگ باس سے کیا تعلق تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ لمحہ جب جبران اور کبیر پر دیواروں سو گولیاں برس رہی ہوتی ہیں وہ وہاں سے کیسے نکلتے ہیں۔ نکلتے بھی ہیں یا نہیں۔

یہ سب جاننے کے لئے تو آپ کو ناول ہی پڑھنا پڑے گا۔

نوٹ۔ پہلی بار کچھ لکھا ہے نہیں پتہ میں نے کیسا لکھا ہے۔

فرحان صاحب۔۔۔ بہت شکریہ۔۔۔ سلامت رہیں، خوش رہیں۔۔۔

ابنِ طالب

عمران سیریز
ناسور